

موت بہا کے ادبی کارناموں کی تاریخی سرگزشت

المعروف به

تاریخ شجر اے بہار

جلد اول

(۱۵) اللہ سے سزا دے تک)

جس میں

دو شاعری کی تاریخ“ بیان کرنے کے بعد عظیم آباد و صوبہ بہار کے تین  
بہن کا تذکرہ اور ان کے ادبی کارناموں کی فہرست مع نمونہ کلام تین

محدہ دوروں میں با مفصیل مذکور ہے۔

مولفان

بجز زالدین اجماعی المتخلص بر آرزو عظیم آبادی مصنف کتاب انسان کی پرواز وغیرہ بخشی محلہ پٹنہ بیٹ  
باہتمام مولوی عطاء الرحمن صاحب مینچر

دی قومی سرلسر و لہند ط - بانیکو و پورٹنہ میں چھپا



صفحه ۳۳	سليم	مير محمد سليم	صفحه ۹	تنگين	مولوی رحمت اللہ
۳۳	شافی	امین الدین	۱۰	منّا	خواجہ محمد علی
۳۳	شاگر	میر بیگی	۱۰	جوش	شیخ محمد روشن
۳۴	شاه	میر شاہ قلی خاں	۱۲	حسرت	ہدایت قلی خاں
۳۴	شرر	مرزا ابراہیم	۱۳	حزین	میر محمد باقر
۳۶	شورش	سقاہ آیت اللہ	۱۴	حضور	شیخ غلام محی
۷	شورش	میر غلام حسین	۱۵	خاکستر	منشی سب سکھ
۳۵	نذکرہ شورش		۱۵	خلیق	کرامت اللہ خاں
۳۶	منیمیر	نواب ہدایت علی خاں	۱۵	خوشید	سید خورشید علی
۳۷	ضیا	سید شاہ علیم اللہ	۱۷	خوشتر	سید غلام علی آزاد بلگرامی
۳۷	طہان	میر نصیر الدین	۱۷	درمند	میاں فضل اللہ
۳۹	عاشق	شاہ نور الحق	۱۷		محمد فقیر
۳۹	عاشق	خواجہ علی اعظم خاں	۱۹	دل	نذکرہ چمنستان شمس
۳۹	عاصی	مہاراجہ کلپان سنگھ بہادر	۲۰	دوست	شیخ محمد عابد
۳۹	عزیز	محمد علی خاں	۲۰	راغب	غلام محمد
۳۹	عشق	عزیز اللہ	۲۰	رستم	محمد جعفر خاں
۳۹	عشق	شاہ رکن الدین	۲۰	رضا	رستم علی خاں
۳۹	عشق	نواب علی ابراہیم خاں خلیل عظیم آبادی	۲۱	رفت	میر محمد رضا
۳۹	عشق	گار سن دی تاسی	۲۱	رند	شیخ محمد رفیع
۳۹	عشق	شیخ محمد وجیہ الدین	۲۱	رنگین	شاہ حمزہ علی
۳۹	غریب	میر محمد نقی	۲۲	سجاد	منشی بلاس رائے
۳۹	قدوی	مرزا محمد علی	۲۲	سور	شاہ محمد بکادین غلام نقشبند
۳۹	فراق	مرتضی قلی خاں	۲۳		مولوی محمد عید قریشی



فرحت	لاله رام چند	صفحه ۵۰	بجمل	سید حمید	صفحه ۶۲	محرم	شیخ غلام حسین	صفحه ۶۳
فطرت	مرزا موسوی	۵۲	بیدار	مثنوی سیادون بعل	۶۱	مراد	مرزا مراد بخش	۶۰
قحان	اشرف علی خاں	۵۲	نواب میرالدوله	حاشیہ پر مست	۶۰	علی خاں	۶۰	۶۰
گریبان	میر علی محمد	۵۶	جذب	میر نظیر علی	۶۳	نقد	جبر علی خاں	۶۵
مایل	سیر علی علی	۵۶	جوهری	مولوی آیت الله	۶۱	نواز	علی نواز خاں	۶۱
محترم	خواجہ محمد محترم علی	۵۶	حیرت	رحم علی	۶۱	نیازی	میر فضل علی	۶۱
مستند	یار علی خاں	۵۷	خادم	خادم حسین	۶۱	یوسف	میر یوسف علی	۶۱
سکین	لاله جمال	۵۷	خواجه	امیر الله خاں	۶۱	دوسرا دور طبقہ متقدمین		
مشتاق	محمد قلی خاں	۵۷	راشخ	شیخ غلام علی	۶۱			
مضمون	میر محمد باشم	۵۷	ریشی	محمد حسن خاں	۶۱	۱۲۵۱ء سے ۱۲۵۲ء تک		
منظر	خواجہ بخش الله	۵۸	ضو	غلام حسین	۶۱	اشکی	سید شاداد علی	۶۵
موزون	مہاراجہ لالہ نرائ	۵۸	زاری	سوچن	۶۱	آشنا	شاہ ابوتراب	۶۵
نالان	میر محمد وارث	۶۰	سالم	غلام مصطفیٰ	۶۱	اکاھ	نور خاں	۶۵
نجات	شیخ حسن رضا	۶۰	شاہ	شاہ سعد الله	۶۱	حاشیہ پر	ڈاکٹر اسیر نگر	۶۵
ولی	مرزا ولی	۶۱	شور	خواجہ غلام علی	۶۱	عشق	تذکرہ اشکی بک	۶۵
ہمد	میر محفوظ علی	۶۱	شورش	میر مہدی	۶۲	افت	مثنوی منگل سین	۶۶
متقدمین شعر	عظیم آبادی	۶۱	شوق	شیو گوپال	۶۲	افتی	راجہ بیار لال	۶۶
تذکرہ کارین دی تاسی	۶۱	طالب	شاہ طالب علی	۶۲	امامی	میر امامی	۶۶	۶۶
تذکرہ عشقی	۶۱	طرزی	میر امام علی	۶۲	امین	میر امان	۶۶	۶۶
ضمیمہ دور اول	۶۲	قربان	میر قربان علی	۶۲	برکت	شیخ برکت الله	۶۶	۶۶
احشام	خواجہ احشام حسین	۶۲	کمان	کمان علی	۶۲	بیتاب	سنو کھ راک	۶۶
			گریبان	راجہ بھونئی سنگھ	۶۲			

بیتاب	سید کلب علی	صفحه ۶۷	فرد	شاہ محمد الوالحسن	صفحه ۷۷	آشنا	مولوی عبد الکریم	۸۳
بیتاب	خواجہ کانظم خاں	۷۷	فرقتی	سید علی بخش	۷۷	اصدقی	میر جان علی	۸۵
تمنا	مرزا علی رضا	۷۷	فیض	نواب جعفر حسن خاں	۷۸	اصغر	سید محمد صغیر بلکرای	۷۷
تنہا	شاہ محمد علی	۷۷	قبضہ	امیر الله	۷۷	آصف	سید صف حسین	۷۷
ثابت	اصالت خاں	۷۷	کشتہ	مرزا محمد علی	۷۷	اظہر	اظہر علی خاں	۷۷
ثروت	مفتی غلام محمد	۷۷	لطف	مرزا علی	۷۹	اکبر	سید محمد اکبر بلکرای	۷۷
شنا	میر شمس الدین	۷۷	مجنون	۷۹	اکرام	سید اکرام الدین	۸۶	۸۶
جمال	شاہ جمال حسین	۷۸	محروبا	میر ناصر جان	۷۸	الفت	لالہ اننت رام	۷۷
جنون	شاہ غلام رفیع	۷۸	محروبا	حکیم الوالحسن	۷۸	الہی	الہی بخش	۷۷
حسن	سید غلام حسن	۷۸	محسن	خواجہ محمد حسن	۷۸	امام	سید امام الدین	۷۷
حکیم	حکیم احمد حسین	۷۸	منشا	مرزا احمد	۷۸	امیر	سید امیر احمد بلکرای	۷۷
حدیثی	حکیم غلام علی	۷۸	منصف	متصف علی خاں	۸۱	امیر	سید محمد نواب	۷۷
خلافت	مولانا تقی حسین	۷۸	مہدی	نواب مہدی علی خاں	۷۸	انجم	مولوی عبد الحق	۸۷
راجہ	راجہ بہادر	۷۹	نثار	میر افضل علی	۷۹	انور	مرزا انور علی	۷۷
راشخ	شیخ غلام علی	۷۹	وجہ	سیکھ امیر الدین	۷۹	باقر	سید شاہ باقر حسین	۷۷
سیلانی	سیمان خاں	۷۹	وحشی	میر بخش	۸۲	باقر	باقر حسین	۸۸
ضمیر	کنور سیر لال	۷۹	وحشی	شاہ بخش حسین	۸۳	باقر	مثنوی باقر رضا	۷۷
طیش	مرزا جان	۷۹	یاس	مولوی نور علی	۷۹	باقر	مولوی عصمت الله النسخ	۷۷
عاجز	میر غلام حید	۷۹	تیسرا دور طبقہ متوسطین			باقر	سید باقر حسین	۸۸
عاشقی	افا حسین قلی خاں	۷۹				بحر	نواب احمد علی خاں	۸۸
عسکری	سید محمد عسکری	۷۹	۱۲۵۱ء سے ۱۲۵۲ء تک			بدر	راجہ گنگا پر شاد	۸۹
غالب	مرزا امام علی خاں	۷۹				بجمل	مثنوی متوال	۷۷
فرحت	خواجہ رفیع الله	۷۹	احمد	سید احمد حسین	۷۹	بشیر	مثنوی بشیر الحق	۷۷



ردیف	عنوان	صفحه	ردیف	عنوان	صفحه
۸۴	آشنا مولوی عبدالکریم	۷۷	۸۴	شیخ الهی بخش	۸۹
۸۵	اصدقی میر جان علی	۷۷	۸۵	حافظ اکرام احمد ضیف	۸۹
۷۷	سید محمد صغری بلگرامی	۷۸	۸۶	مرزا محمد	۸۹
۷۷	سید صفحین	۷۷	۸۷	شاه محمد واجد	۹۰
۷۷	آصف	۷۷	۸۸	حکیم مولانا عبدالعزیز	۹۰
۷۷	آظم علی خاں	۷۷	۸۹	منشی بھگوان دین	۹۵
۷۷	سید محمد اکبر بلگرامی	۷۹	۹۰	بنارک حسین	۹۴
۸۶	سید اکرام الدین	۸۰	۹۱	سید حبیب اللہ	۹۴
۷۷	لالہ انت رام	۷۷	۹۲	تکین	۹۴
۷۷	الہی بخش	۷۷	۹۳	میاں مہدی بخش	۹۴
۷۷	سید امام الدین	۷۷	۹۴	سید محمد تقی	۹۴
۷۷	سید امیر احمد بلگرامی	۷۷	۹۵	میر صادق علی	۹۴
۷۷	سید محمد نواب	۸۱	۹۶	میر عبدالجبار	۹۴
۷۷	مولوی عبدالحق	۷۷	۹۷	سید بھدرہ حسین	۹۷
۷۷	مرزا انور علی	۷۷	۹۸	مرزا علی رضا	۹۷
۷۷	سید شاہ باقر حسین	۷۷	۹۹	میر عبدالعلی	۹۷
۸۸	باقر حسین	۸۲	۱۰۰	راجہ جے گوپال سنگھ بہادر	۹۸
۷۷	منشی باقر رضا	۸۳	۱۰۱	سید علیا خاں	۹۸
۷۷	مولوی انور علی	۷۷	۱۰۲	مولوی عبداللہ خاں	۹۸
۷۷	سید باقر حسین	۷۷	۱۰۳	شیخ عبدالجبار	۹۸
۷۷	نواب احمد علی خاں	۷۷	۱۰۴	سید محمد مہدی	۹۸
۷۷	راجہ سنگھ پرشاد	۷۷	۱۰۵	راجہ بابو	۹۸
۷۷	منشی متوالا	۷۷	۱۰۶	میر احمد حسین	۹۸
۷۷	منشی بشیر الحق	۷۷	۱۰۷	منشی بی بی پرشاد	۹۸
۷۷		۷۷	۱۰۸	دیر شاہ	۹۸
۷۷		۷۷	۱۰۹	مرزا امان علی	۹۸

ردیف	عنوان	صفحه	ردیف	عنوان	صفحه
۸۴	آشنا مولوی عبدالکریم	۷۷	۸۴	شیخ الهی بخش	۸۹
۸۵	اصدقی میر جان علی	۷۷	۸۵	حافظ اکرام احمد ضیف	۸۹
۷۷	سید محمد صغری بلگرامی	۷۸	۸۶	مرزا محمد	۸۹
۷۷	سید صفحین	۷۷	۸۷	شاه محمد واجد	۹۰
۷۷	آصف	۷۷	۸۸	حکیم مولانا عبدالعزیز	۹۰
۷۷	آظم علی خاں	۷۷	۸۹	منشی بھگوان دین	۹۵
۷۷	سید محمد اکبر بلگرامی	۷۹	۹۰	بنارک حسین	۹۴
۸۶	سید اکرام الدین	۸۰	۹۱	سید حبیب اللہ	۹۴
۷۷	لالہ انت رام	۷۷	۹۲	تکین	۹۴
۷۷	الہی بخش	۷۷	۹۳	میاں مہدی بخش	۹۴
۷۷	سید امام الدین	۷۷	۹۴	سید محمد تقی	۹۴
۷۷	سید امیر احمد بلگرامی	۷۷	۹۵	میر صادق علی	۹۴
۷۷	سید محمد نواب	۸۱	۹۶	میر عبدالجبار	۹۴
۷۷	مولوی عبدالحق	۷۷	۹۷	سید بھدرہ حسین	۹۷
۷۷	مرزا انور علی	۷۷	۹۸	مرزا علی رضا	۹۷
۷۷	سید شاہ باقر حسین	۷۷	۹۹	میر عبدالعلی	۹۷
۸۸	باقر حسین	۸۲	۱۰۰	راجہ جے گوپال سنگھ بہادر	۹۸
۷۷	منشی باقر رضا	۸۳	۱۰۱	سید علیا خاں	۹۸
۷۷	مولوی انور علی	۷۷	۱۰۲	مولوی عبداللہ خاں	۹۸
۷۷	سید باقر حسین	۷۷	۱۰۳	شیخ عبدالجبار	۹۸
۷۷	نواب احمد علی خاں	۷۷	۱۰۴	سید محمد مہدی	۹۸
۷۷	راجہ سنگھ پرشاد	۷۷	۱۰۵	راجہ بابو	۹۸
۷۷	منشی متوالا	۷۷	۱۰۶	میر احمد حسین	۹۸
۷۷	منشی بشیر الحق	۷۷	۱۰۷	منشی بی بی پرشاد	۹۸
۷۷		۷۷	۱۰۸	دیر شاہ	۹۸
۷۷		۷۷	۱۰۹	مرزا امان علی	۹۸



ص ۱۲۳	مولاى سيد محبوب شير	ص ۱۲۳	فروغ	عزیزت علی خاں	ص ۱۲۳
ص ۱۲۴	صنیر الدین احمد	ص ۱۲۴	فرواد	سید شاه الفت حسین	ص ۱۲۴
ص ۱۲۵	طاہر	ص ۱۲۵	فرید	مولوی حاجی محمد فرید	ص ۱۲۵
ص ۱۲۶	طیب	ص ۱۲۶	فضل	محمد فضل الرحمن	ص ۱۲۶
ص ۱۲۷	ظہیر	ص ۱۲۷	فہمی	شیخ دیانت حسین	ص ۱۲۷
ص ۱۲۸	عاجز	ص ۱۲۸	فیاض	فیاض حسین	ص ۱۲۸
ص ۱۲۹	عاصی	ص ۱۲۹	قادر	مرزا قادر بخش	ص ۱۲۹
ص ۱۳۰	عاصی	ص ۱۳۰	قاصر	لارہ جگت بہاری لال	ص ۱۳۰
ص ۱۳۱	عالی	ص ۱۳۱	قابیل	سید علی خاں	ص ۱۳۱
ص ۱۳۲	عباس	ص ۱۳۲	قربان	میر قربان علی	ص ۱۳۲
ص ۱۳۳	عبرت	ص ۱۳۳	قرین	خواجہ عبدالکریم	ص ۱۳۳
ص ۱۳۴	عزیز	ص ۱۳۴	قمر	مرزا غلام حسین	ص ۱۳۴
ص ۱۳۵	خطا	ص ۱۳۵	قمر	مولوی قمر الدین جید	ص ۱۳۵
ص ۱۳۶	علم	ص ۱۳۶	کامل	شاه مرشد حسین	ص ۱۳۶
ص ۱۳۷	علیم	ص ۱۳۷	کامش	مولوی اولاد علی	ص ۱۳۷
ص ۱۳۸	عمر	ص ۱۳۸	کبیر	رفعت حسین	ص ۱۳۸
ص ۱۳۹	عیش	ص ۱۳۹	کرامت	شہید کرامت حسین	ص ۱۳۹
ص ۱۴۰	غلام	ص ۱۴۰	کلیم	سید خورشید احمد	ص ۱۴۰
ص ۱۴۱	فائز	ص ۱۴۱	کلیم	حکیم سید محمد موسی	ص ۱۴۱
ص ۱۴۲	فدوی	ص ۱۴۲	کوثر	عبدالواحد خاں	ص ۱۴۲
ص ۱۴۳	فرحت	ص ۱۴۳	کیفی	سید میر الدین احمد	ص ۱۴۳
ص ۱۴۴	فرحت	ص ۱۴۴	کیفی	شاه قتلہ حسین	ص ۱۴۴
ص ۱۴۵	فرد	ص ۱۴۵	گرای	سید نذر احمد	ص ۱۴۵

ص ۱۲۸	منشی بشیر الحق	ص ۱۲۸	گرم	منشی بشیر الحق	ص ۱۲۸
ص ۱۲۹	لالہ نذ گنڈو سنگھ	ص ۱۲۹	گیسو	لالہ نذ گنڈو سنگھ	ص ۱۲۹
ص ۱۳۰	میر علی احمد	ص ۱۳۰	لایق	میر علی احمد	ص ۱۳۰
ص ۱۳۱	مرزا محمد یوسف حسین	ص ۱۳۱	ماہر	مرزا محمد یوسف حسین	ص ۱۳۱
ص ۱۳۲	مولوی سید صغر حسین	ص ۱۳۲	مایل	مولوی سید صغر حسین	ص ۱۳۲
ص ۱۳۳	شیخ مبارک حسین	ص ۱۳۳	مبارک	شیخ مبارک حسین	ص ۱۳۳
ص ۱۳۴	سید محمد باقر	ص ۱۳۴	متین	سید محمد باقر	ص ۱۳۴
ص ۱۳۵	سید محمد حسین	ص ۱۳۵	مخزون	سید محمد حسین	ص ۱۳۵
ص ۱۳۶	سید علی محسن	ص ۱۳۶	محسن	سید علی محسن	ص ۱۳۶
ص ۱۳۷	محسن علی	ص ۱۳۷	محسن	محسن علی	ص ۱۳۷
ص ۱۳۸	منشی ہری ہرناتھ	ص ۱۳۸	محتی	منشی ہری ہرناتھ	ص ۱۳۸
ص ۱۳۹	سید اولاد علی	ص ۱۳۹	مخلص	سید اولاد علی	ص ۱۳۹
ص ۱۴۰	منشی محمد حسین خاں	ص ۱۴۰	مخلص	منشی محمد حسین خاں	ص ۱۴۰
ص ۱۴۱	حکیم نواز حسین	ص ۱۴۱	مداح	حکیم نواز حسین	ص ۱۴۱
ص ۱۴۲	شیخ وزیر علی	ص ۱۴۲	مسل	شیخ وزیر علی	ص ۱۴۲
ص ۱۴۳	حکیم غلام علی	ص ۱۴۳	مشتاق	حکیم غلام علی	ص ۱۴۳
ص ۱۴۴	حکیم بچھی پرشاد	ص ۱۴۴	مشہور	حکیم بچھی پرشاد	ص ۱۴۴
ص ۱۴۵	شاه حفاظت حسین	ص ۱۴۵	مطہر	شاه حفاظت حسین	ص ۱۴۵
ص ۱۴۶	سید محمد رضا	ص ۱۴۶	مفتون	سید محمد رضا	ص ۱۴۶
ص ۱۴۷	اکرام الدود مکرم علی خاں	ص ۱۴۷	مکرم	اکرام الدود مکرم علی خاں	ص ۱۴۷
ص ۱۴۸	اسمعیل علی خاں	ص ۱۴۸	مکت	اسمعیل علی خاں	ص ۱۴۸
ص ۱۴۹	میر امانت علی	ص ۱۴۹	ممنون	میر امانت علی	ص ۱۴۹
ص ۱۵۰	مولوی محمد شفیع	ص ۱۵۰	موج	مولوی محمد شفیع	ص ۱۵۰



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## دیس باپہ

اُردو زبان کا ادبی کارنامہ دنیا کی اکثر متمدن اور علمی زبانوں کی طرح نشر کے بجائے نظم ہی سے شروع ہوا۔ اور اس لئے یہ کچھ بھی تعجب خیز امر نہ تھا کہ اُردو نویسی کی نشوونما اور ترقی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں شعرا کا تذکرہ ہی اہل قلم کی مقام اور مرغوب ترین جولان گاہ بن گیا۔ یوں تو شعرا کے تذکرے فارسی میں پہلے بہتر سے لکھے گئے۔ لیکن ہندوستان کی ادبی تاریخ میں عظیم آباد کو یہ بھی ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے یہیں کے ایک باشندہ، میر غلام حسین دشورش نے تقریباً ۱۱۶۵ھ میں شعرائے ریختہ کا تذکرہ ریختہ ہی میں قلم بند کیا (دیکھئے تذکرہ ہذا تذکرہ شورش)

شورش کے اس تذکرہ کے بعد نیم دورہ تذکرہ شعرائے ہند کا جو اُردو زبان میں لکھا گیا وہ تذکرہ "گلشن ہند" ہے جو کمزرا علی لطف نے

۱۱۷۵ھ واضح ہو کہ تاریخ نشر اُردو۔ حصہ اول مطبوعہ ۱۳۴۸ھ کے صفحہ ۸۸ میں (صفحہ ۲)

۱۱۷۵ھ میں تذکرہ گلزار ابراہیم کی مدد سے بیشتر صوبہ بہار ہی کی آب و ہوا میں مرتب کیا (دیکھو تذکرہ ہذا۔ تذکرہ لطف) اور اس کے بعد تو اُردو کی عام گرم بازاری ہو جانے کے باعث فارسی نویسی کا رواج ہندوستان سے بتدریج مٹا گیا اور دیگر علوم و فنون کی کتابوں کے ساتھ تذکروں کی بھی اُردو زبان میں چنداں کمی نہ رہی۔

لیکن اس مقام پر اس امر کا بیان کر دینا بھی غالباً ناموزوں نہ ہوگا کہ سوانح نگاری کے اعتبار سے یہ تمام تذکرے۔ خواہ وہ فارسی میں لکھے گئے ہوں یا اُردو میں۔ محض نامکمل اور نام تمام حالات کا مجموعہ ہیں۔ عام طور پر تو ہر ایک تذکرہ میں مردن، شہی کی ترتیب کے ساتھ

(بقیہ عاشیہ صفحہ ماقبل) مولانا احسن صاحب مارہروی تذکرہ گلشن ہند کی نسبت تحریر فرمایا ہے کہ:-

اُردو شعرا کا یہ پہلا تذکرہ ہے جس میں شاعر کے حالات اُردو زبان میں لکھے گئے ہیں، الخ حالانکہ دیگر شہادتوں سے قطع نظر۔ خود اسی تذکرہ گلشن ہند میں بہ حوالہ "گلزار ابراہیم" مذکور ہے کہ:- "شورش عظیم آبادی نے ایک تذکرہ شعرائے ریختہ کا ریختہ میں لکھا ہے۔" پھر باوجود اس کے "گلشن ہند" کو اُردو زبان کا پہلا تذکرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کے ماسوا تذکرہ "گارن دی تاسی" اور دیگر قدیم تذکروں میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ اور تذکرہ آبجیات تذکرہ میر میں بھی اس کا حوالہ پایا جاتا ہے۔

۱۱۷۵ھ تذکرہ گلزار ابراہیم" مولفہ نواب علی ابراہیم خان خلیف عظیم آبادی ۱۱۹۸-۱۱۸۲ھ میں مرتب ہوا یہ فارسی زبان میں اُردو شعرا کا تذکرہ ہے اس کا ایک قلمی نسخہ اور مثل یکا لبریری پٹنہ میں موجود ہے



شعر کے تخلص و نام مع مختصر نمونہ کلام بلا تعین زمان و مکان لکھ دے جاتے ہیں۔ اگر کسی میں نام مع سکونت مذکور ہے تو سال ولادت و وفات اور تحصیل علمی اور خاندان وغیرہ کا حال معلوم نہیں۔ یا کسی میں یہ جو تو وہ نہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر کوئی شخص کسی شاعر کی نسبت یہ دریافت کرنا چاہے کہ وہ ہندوستان کے کس شہر یا کس صوبہ کا رہنے والا تھا کس سنہ اور کس خاندان میں پیدا ہوا۔ اس کی تحصیل علمی کیا تھی اور اس کی زندگی کے خاص سوانح کیا تھے؟ تو کوئی ایک تذکرہ خواہ کتاب یا مستند کیوں نہ ہو۔ ایسا نہیں پایا جاتا۔ جو ان سب امور پر کافی روشنی ڈال سکے۔ غور کرو کہ "گلشن بے خار" (مولفہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ دہلی) کے ایسے مستند تذکرہ کے معائنہ سے بھی جو انیسویں صدی کے وسط میں لکھا گیا ہے۔ راجہ عظیم آبادی کے ایسے نامور اور مسلم الثبوت شاعر کی نسبت صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک مرد فقیر تھے۔ اور اکثر تذکروں میں تو ان کا نام بھی مذکور نہیں۔ اس کے ماسوا۔ باوجود اس کے کہ اہل یورپ فن تذکرہ نویسی اور تنقیدی سوانح نگاری میں مہارت کامل اور یدِ طولی رکھتے ہیں۔ لیکن اسی انیسویں صدی کے وسط میں ملک فرامن کے ایک مشہور اہل قلم "گارسن دی ٹاسی" نے جب شعرائے ہند کا ایک تذکرہ اپنی زبان میں قلم بند کیا تو اس کو بھی انہیں مذکورہ دقتوں کا سامنا درپیش ہوا۔ اور اگرچہ اس کا تذکرہ نمونہ کلام سے معرا ہونے کے باوجود اکثر ہندی نثر اد تذکروں کے مقابل میں بعض اعتبار سے

فوقیت رکھتا ہے۔ تاہم وہ بھی ان مشکلات سے حسبِ مراد عہدہ برا نہ ہو سکا۔ جن کی طرف اس نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں خود بھی اشارہ کیا ہے۔

لیکن ایسا کیوں ہو؟ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ اہل یورپ کو خواہ وہ انگلستان کے رہنے والے ہوں یا فرانس و جرمنی کے اپنے اپنے مختصر سے ملک کے کسی مشہور و نامور شخص کے مفصل سوانح بہم پہنچانے میں اس قدر دقتوں کا سامنا نہیں ہو سکتا جو ہندوستان کے ایسے وسیع ملک (جو بجائے خود قریب قریب سارے یورپ کے برابر ہے) کے تمام شعرائے مفصل حالات قراجم کرنے میں پیش آسکتی ہیں۔ غور کرو کہ میر تقی میر صاحب جنہوں نے کبھی خواب میں بھی ملک دکن کو نہ دیکھا تھا اور ساکنہ برص کے س تک دلی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ کیا اون پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اوہوں نے کیوں شعرائے دکن کا نام نہ لیا کہ میر عبد الولی عزت کی بیاض سے (جو ادب و فنوں دلی میں آئے ہوئے تھے) اُتار کر اپنے تذکرہ "نکات الشعرا" میں درج کر دیا۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ قریب قریب کل تذکرہ نویسوں کا یہی حال ہے۔ پس ان مشکلات کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا شاید غلط نہ ہو گا کہ اگر میر صاحب موصوف یا دیگر تذکرہ نویس اپنے تذکروں کو تمام ہندوستان کے بجائے صرف اپنے ہی دیار کے شعرا تک محدود رکھتے تو تذکرہ نویسی کے مذکورہ بالا نقائص کی کوئی شکایت پیدا نہ ہو سکتی تھی اور ہر تذکرہ اپنی جگہ پر مکمل نظر آتا۔



اس کے ماسوا۔ یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ اگرچہ دنی و لکھنؤ کی طرح (بلکہ لکھنؤ کی تعمیر کے پچاس برس پیشتر سے) عظیم آباد بھی قدیم زمانے سے اردو زبان اور اردو شاعری کا ایک مستقل مرکز رہا ہے لیکن ان شہروں کی طرح کسی شاہی پایہ تخت کا شرف نہ رکھنے کے باعث رقتہ رقتہ یہاں کے ادبی کارنامے گوشہ گمنامی میں پڑ گئے یہاں تک کہ وہاں کے تذکرہ نویسوں کو بھی یہاں کے اکثر مشاہیر شعرا کے کمالات کی کماحقہ اطلاع حاصل نہ ہو سکی۔

معہذا اہل نظر سے یہ امر بھی پوشیدہ نہ ہوگا کہ اول تو ایسا کوئی مستقل تذکرہ لکھا ہی نہ گیا جو متقدّمین متاخرین شعرائے عظیم آباد و صوبہ بہار کے کارناموں پر مشتمل ہو اور جس سے اس تذکرہ کی ترتیب میں مدد ملی جاسکتی اور اس کے ماسوا۔ بعض مختصر یا انفرادی تذکرے جو لکھے بھی گئے تو اون میں مورخانہ تحقیقات سے اس قدر بے پروائی سے کام لیا گیا ہے کہ تاریخی صحت کے متعلق بہ مشکل اون پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

۱۵ حضرت شاد مہر م نے حیات قریاد میں حضرت عشق کو راسخ عظیم آبادی کا شاگرد لکھ دیا ہو حالانکہ خود راسخ قدوسی کے شاگرد تھے اور قدوسی کو عشق سے تلمذ تھا۔

پھر حال میں مولوی لطیف اللہ صاحب خستہ نے ”رہائے اردو“ جلد دوم صفحہ ۸۴ تذکرہ امیر مینائی میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امیر مینائی نے داغ کے ایک سال بعد ۱۱۹۷ھ میں حیدر آباد میں وفات پائی۔ اور حضرت داغ کا سنہ

فی الجملہ انہیں خیالات کی بنا پر راقم الحروف نے اس تذکرہ کو صرف اپنے ہی دیار عظیم آباد و صوبہ بہار کے شاعروں۔ ادیبوں اور دیگر اہل قلم کے صحیح و ضروری سوانح کی ادبی تاریخ کے طور پر مرتب کر دینا مناسب خیال کیا۔ اور اس کا نام ”تاریخ شعرائے بہار“ رکھا اور گویہ کام ابتدا میں بہ ظاہر آسان تر نظر آتا تھا۔ لیکن فن تذکرہ نویسی کے میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ جس قسم کی مشکلات اور سرحدات درپیش آتے ہیں اون کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ ایک ایک مختلف فیہ تاریخی واقعہ کی تحقیق یا دیگر حالات کی تفتیش کے لئے کتنے مختلف تذکروں اور کتابوں کی ورق گردانی اور کتنے دروازوں کی خاک چھاننے کے بعد گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) ۱۸۹۹ء لکھا ہو۔ حالانکہ امیر مینائی نے جب حیدر آباد میں وفات پائی تھی تو داغ او سوقت زندہ و سلامت موجود تھے اور کئی سال بعد تک زندہ رہے۔ چنانچہ یہ تاریخ وفات بھی حضرت داغ کے نتائج افکار سے موجود ہے۔

۱۶ جو عابھی داغ کی تاریخ بھی قصر عالی باغے جنت میں امیر اسی طرح تذکرہ ”یادگار عشق“ میں بھی بعض تاریخی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل تذکرہ عشق میں آگے مذکور ہے۔

ان مثالوں سے اس فقیر کا مقصد کسی پر اعتراض کرنا نہیں ہے۔ لیکن یہ تبادلاً فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ عموماً تذکرہ نویس مورخانہ تحقیقات سے کس قدر بے پروا ہوتے ہیں اور اون کی تاریخات سے کوئی محقق و اہل نظر فائدہ نہیں ٹھاسکتا۔



فی الجملہ انہیں خیالات کی بنا پر راقم الحروف نے اس تذکرہ کو صرف اپنے ہی دیار عظیم آباد و صوبہ بہار کے شاعروں - ادیبوں اور دیگر اہل قلم کے صحیح و ضروری سوانح کی ادبی تاریخ کے طور پر مرتب کر دینا مناسب خیال کیا۔ اور اس کا نام "تاریخ شعرائے بہار" رکھا اور گویہ کام ابتدا میں بہ ظاہر آسان تر نظر آتا تھا۔ لیکن فن تذکرہ نویسی کے میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ جس قسم کی مشکلات اور مرحلات درپیش آتے ہیں اون کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ ایک ایک مختلف فیہ تاریخی واقعہ کی تحقیق یا دیگر حالات کی تفتیش کے لئے کتنے مختلف تذکروں اور کتابوں کی ورق گردانی اور کتنے دروازوں کی خاک چھاننے کے بعد گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) ۱۸۹۹ء لکھا ہے۔ حالانکہ امیر بنانی نے جب حیدر آباد میں وفات پائی تھی تو داغ او سوخت زندہ و سلامت موجود تھے اور کئی سال بعد تک زندہ رہے۔ چنانچہ یہ تاریخ وفات بھی حضرت داغ کے نتائج افکار سے موجود ہے۔  
ہمدعا بھی داغ کی تاریخ بھی قصر عالی پائے جنت میں امیر اسی طرح تذکرہ "یادگار عشق" میں بھی بعض تاریخی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل تذکرہ عشق میں آگے مذکور ہے۔

ان مثالوں سے اس فقیر کا مقصد کسی پر اعتراض کرنا نہیں ہے۔ لیکن یہ بتانا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ عموماً تذکرہ نویس مورخانہ تحقیقات سے کس قدر پرور ہوتے ہیں اور اون کی تاریخات سے کوئی محقق و اہل نظر فائدہ نہیں اٹھا سکتا

پس اگرچہ ایک ایک شخص کے مفصل اور صحیح حالات اور بعض حالات میں نمونہ کلام بھی فراہم کرنے میں چند در چند دقیقہ درپیش ہوئے۔ اور باوجود یہیم علالتوں کے مسلسل کئی سال تک روزانہ کئی کئی گھنٹے صرف قلم اور کاغذ اور کتاب اور چھان بین سے سابقہ رہا۔ لیکن الحمد للہ والمہ کہ آخر کار یہ ایک ایسا جامع تذکرہ مرتب ہو گیا جو اس دیار کے سات سو گزشتہ موجودہ اہل سخن کے سوانح مع نمونہ کلام و قہرست تالیفات و تصنیفات کا۔ غیر ضروری حالات سے قطع نظر کر کے صرف ضروری اور تاریخی امور کے اعتبار سے۔ ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا کہا جاسکتا ہے۔ اور جو عظیم آباد و صوبہ بہار کی دوسو برس کی ایک ایسی مفصل ادبی تاریخ کا حکم رکھتا ہے کہ آئندہ اسی کی بنیاد پر عالیشان عمارتیں قائم کی جاسکتی ہیں۔

خاربا از اثر گرمی رفتارم سوخت منتے بر قدم راہ روانست مرا  
اس تذکرہ کی ترتیب اس طریقہ پر رکھی گئی ہے کہ اس کو دو حصوں میں منقسم کر کے حصہ اول میں اردو زبان اور اردو شاعری کی ایک جامع تاریخ بیان کرنے کے بعد پچاس پچاس برس کا ایک دور قرار دیکر ۱۸۵۵ء (اور پیشتر) سے سنہ ۱۸۵۵ء تک ہر دور کے شعرا کا جامع تذکرہ مع نمونہ کلام علیحدہ علیحدہ دو میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے ہر دور کے تاریخی حالات اور صوبہ بہار میں اردو کے غیر مطبوعہ ادبی ذخیروں کی مقدار ذہن نشین ہو جائے ساتھ اس کا بھی اندازہ کیا جاسکے



اور کہندہ مشق و نو مشق کسی کو بھی تابہ امکان نظر انداز نہیں کیا گیا۔ تاکہ ملک کی ادبی یادگاروں کے ساتھ آئندہ نسلیں بھی اس فقیر کی تاریخی خدمت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اس مقام پر اس امر کا بیان کر دینا بھی ناموزوں نہ ہوگا۔ کہ اس تذکرہ میں شعرا کے ناموں کی تقدیم و تاخیر حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ مناسب خیال کی گئی۔ چنانچہ ہر دور کے علیحدہ علیحدہ عنوان میں بھی جداگانہ طور پر یہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پس زمانہ کے اعتبار سے جس شاعر کو جس دور سے تعلق ہے اس کا تذکرہ اسی دور میں مذکورہ ترتیب کے تحت میں پایا جائے گا۔ اور اس بنا پر کسی کا نام اول یا آخر میں واقع ہونا افضلیت کا معیار نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اس تذکرہ کی تیاری میں جس قدر قلمی اور مطبوعہ کتابوں کے مطالعے اور حوالے کی ضرورت لاحق ہوئی اون کی فہرست حسب ذیل ہے۔

مذکرہ	مصنف
تذکرہ گلزار ابرہیم۔	نواب علی ابراہیم خاں قلمی
صحف ابراہیم	نشر عشق۔ اغا حین قلی خان عشقی قلمی
خزانہ عامرہ۔ حسان الہند آزاد بلگرامی	تذکرہ فارسی۔ مصحفی
سرو آزاد۔	عقد ثریا۔
تذکرہ ہندی۔ مصحفی	سیر المتاخرین۔ نواب غلام حسین خاں مطبوعہ
سفینہ خوش گو۔ بندر بنی اس خوشگو	خجائے جاوید۔ لالہ سری رام ام لے
	جلد ۲ مختصر جلد ۱ تیسرے بلگرامی۔

مذکرہ	مصنف
گلشن ہند۔ مرزا علی لطف۔ مطبوعہ	طوبار اغلاط۔ مولوی عصمت اللہ الخ مطبوعہ
گلشن بے خار۔ نواب مصطفیٰ خان	تاریخ ہندی و ہندوئی لٹریچر ڈی ٹاسی
مقدمہ دیوان حالی۔ مولانا حالی	تذکرہ فروغ بزم۔ خلش تدروی
گلستان سخن صہبائی دہلوی	یادگار وطن۔ مولانا شوق نیوی
تاریخ ادب اردو۔ رام بابو	نقش پادشاہ جلد ۱۔ خان بہادر مولانا شاد
سیر اپاسخی۔ سید محسن علی تحسین	تاریخ نثر اردو۔ مولانا احسن ابراہیم
نکات الشعرا۔ میر تقی میر	سخن شعرا۔ مولوی عبدالغفور نساج
تذکرہ شعرا اردو۔ میر حسن دہلوی	ذکرے وطن۔ خان بہادر شاد
چندستان شعرا۔ رائے لکھمی نرائن شفیق	آب حیات۔ مولوی محمد حسین آزاد
گل رعنا۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی	یادگار عشق۔ ثاقب عظیم آبادی
شعرا ہند۔ دو جلد۔ مولانا عبد السلام	یادگار ضیغ۔ مولوی عبداللہ ضیغ
کاشف الحقائق۔ شمس العلماء ابیداعلام	شعرا عجم۔ مولانا شبلی نعمانی
حیات فریاد۔ خان بہادر سید محمد شاد	تاریخ بہار۔ خان بہادر شاد

یہ سب کتابیں راقم الحروف کی نظروں سے گزری ہیں۔ اور اکثر کا حسب موقع حوالہ بھی جایا لکھ دیا گیا ہے۔ اور معہذا اکثر شعرا کے غیر مطبوعہ کلام اور مطبوعہ دواویں و دیگر تصانیف کی ایک کثیر تعداد جو برائے تبصرہ و انتخاب کلام اس سلسلہ میں پیش نظر رہیں اون کی طویل فہرست اس مذکورہ فہرست کے علاوہ ہے۔

اگرچہ اکثر قلمی اور مطبوعہ کتابیں اپنے کی مشہور اور نیشنل پبلیکیشنز



گلشن ہند - مرزا علی لکھنوی - مطبوعہ	طوبار غلاط - مولوی محمد علی محمد علی مطبوعہ
گلشن بے خار - نواب مصطفیٰ خان	تاریخ ہندی و ہندوئی لٹریچر - ڈی ٹی
مقدمہ دیوان حالی - مولانا حالی	تذکرہ فروغ بنیم - خلیفہ ندوی
گلستان سخن - صہبائی دہلوی	یادگار وطن - مولانا شوق نیوی
تاریخ ادب اردو - رام بابو	نقش پادشاہی جلد - خان بہادر مولانا شاہ
سیر الپاسخی - سید حسن علی حسن لکھنوی	تاریخ نثر اردو - مولانا احسن لکھنوی
نکات الشعرا - میر تقی میر	سخن شعرا - مولوی عبدالغفور نساج
تذکرہ شعرا اردو - میر حسن دہلوی	ذمے وطن - خان بہادر رشاد
چندستان شعرا - رائے لکھنوی نرائی شفیق	آب حیات - مولوی محمد حسین آزاد
گل رعنا - مولانا عبدالحمید فرنگی محلی	یادگار عشق - ثاقب عظیم آبادی
شعرا ہند - دو جلد - مولانا عبدالسلام	یادگار ضیغ - مولوی عبدالصغیر
کاشف الحقائق - شمس العلماء سید امداد	شعرا عجم - مولانا شبلی نعمانی
حیات فریاد - خان بہادر سید علی محمد رشاد	تاریخ بہار - خان بہادر رشاد

یہ سب کتابیں راقم الحروف کی نظروں سے گزری ہیں۔ اور اکثر کا حسب موقع حوالہ بھی جا بجا لکھ دیا گیا ہے۔ اور معہذا اکثر شعرا کے غیر مطبوعہ کلام اور مطبوعہ وادیں و دیگر تصانیف کی ایک کثیر تعداد جو برائے تبصرہ و انتخاب کلام اس سلسلہ میں پیش نظر رہیں ان کی طویل فہرست اس مذکورہ فہرست کے علاوہ ہے۔

اگرچہ اکثر قلمی اور مطبوعہ کتابیں پٹنہ کی مشہور اور نیشنل پبلک لائبریری

اور "انجمن ترقی اردو" پٹنہ سٹی کے کتب خانے میں دستیاب ہو گئیں۔ تاہم بعض دیوان اور کتابیں اور بعض شعرا کے کلام جو اب تقریباً نایاب ہیں۔ ان سب کی فراہمی کے متعلق راقم الحروف اپنے اکثر اعزہ اور احباب کی اعانت اور دل چسپی کا بھی شکر گزار ہے۔ اور جنہیں عزیز لوی سید رفیع الدین ٹکڑوکیل - عزیز لوی محمد - شریوکیل - عزیز لوی قاضی عبدالودود - بیسٹر - عزیز لوی سید جمال الدین وکیل - عزیز لوی یوسف الدین بلجی - عزیز لوی مولوی ضمیر الدین احمد - مولوی ابوالحیات ساکن روہائی - جناب مولوی ریاض حریف صاحب خیال رئیس سوپور مولوی شاہ منظور الرحمن اختر ساکن کاکو - شیدہ خلیل الرحمن مغلیہ - مولیٰ احسان حریف صاحب احسان - عزیز لوی پروفیسر عبدالمنان بیگل - جناب حکیم شیدہ محمد الیاس صاحب یاس بہاری - اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب (پی۔ ایچ۔ ڈی) اس مقام پر قابل ذکر ہیں۔

آخر میں راقم الحروف بہار گورنمنٹ کاسٹریکٹ کا شکر یہ ادا کرنے کے ساتھ انراہیل سر سید محمد فخر الدین خان بہادر وزیر تعلیمات بہار واریڈ کا ہر دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے عوبہ کے اکثر مشاہیر اہل قلم کی قدردانیوں کے ساتھ اس فقیر کی سابق تصنیف موسوم بہ "انسان کی پرواز" کی ڈھائی سو جلدیں سکولوں اور کالجوں کے کتب خانے کے لئے خرید فرما کر اس کی اشاعت میں بیش بہا امداد فرمائی تھی۔ اور جنکی علمی قدردانیاں عوبہ بہار کے ادبی کارناموں کے ساتھ صفحات تاریخ پر ہمیشہ یادگار بن گئی۔

راقم خاکسار

سید عزیز الدین احمد بلجی المتخلص بہ راقم عظیم آبادی  
بخشی محلہ - پٹنہ سٹی

۲۸ دسمبر ۱۹۳۳ء



زبانیں تھیں۔ اپنی جگہ پر بدستور آزاد رہ گئیں۔ اور سنسکرت کا اون پر کوئی نمایاں اثر نہیں پڑا۔

ہمارے صوبہ بہار کو قدیم زمانے میں مگدھ دیس کہتے تھے اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ یہاں پانی زبان بولی جاتی تھی۔ ڈھائی ہزار برس کا عرصہ گزرا بودھ مذہب کے پیغمبر حضرت گوتم بدھ پر بودھ گیا میں تجلی حق کا ظہور ہوا۔ اور انھوں نے اسی مقدس پانی زبان میں اپنے مقدس دین کی تبلیغ شروع کی۔ اور اسی زبان میں اون کے مذہبی احکام بھی قلمبند ہوئے۔

مگدھ دیس کے راجہ اور ہندوستان کے بہتر سے راجاؤں نے اس نئے دین کو لبیک کہا۔ اور اس طرح بودھ مذہب بے ساختہ ساتھ اس مقدس پانی زبان نے بھی تمام ہندوستان میں مقبولیت حاصل کر لی۔

بہر حال یہ مقدس پانی زبان جب مذہب کا جھنڈا لیکر اپنے دیس سے قدم آگے بڑھاتی چلی تو برج بھاشا اور ہندوستان کی دیگر پراکرتیں بھی بتدریج اس میں مخلوط ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ راجہ اسوک کے عہد تک پانچویں پتر یعنی پٹنہ تمام ہندوستان کی

۱۷ حضرت گوتم بدھ تقریباً ۵۶۳ ق م میں پیدا ہوئے۔ اور ۴۸۳ ق م میں انتقال ہوا۔ ان کی پیدائش اور انتقال کے زمانہ مورخوں کا اختلاف ہے۔ برما اور سیلون کے بودھ مذہب والے تقریباً ایک سو برس کا فرق بتاتے ہیں۔

وسیع سلطنت کا دار الحکومت تھا۔ تو صوبہ بہار سے پنجاب و کن تک بودھ مذہب کی عملداری ہو جانے کے ساتھ۔ معبدوں۔ کالجوں۔ ستوپوں اور پتھروں پر تمام تر اسی مخلوط پانی زبان کی عبارتیں کندہ کی ہوئی نظر آنے لگیں۔ اور یہ مخلوط زبان جب ہندوستان بھر میں بولی اور سمجھی جانے لگی تو اس نے سرتو سنی بھاشا کا لقب پایا۔ جس کے معنی ملکی زبان کے ہیں۔ یہاں تک کہ بودھ مذہب کے ہندوستان سے مفقود ہونے کے بعد بھی اگرچہ پھر قدیم ہندو دھرم کی جان میں جان آئی۔ مگر اس سرورہنی بھاشا

۱۸ راجہ اسوک کے ۳۲۵ ق م سے ۲۷۳ ق م قبل مسیح علیہ السلام تک سلطنت کی اس راجہ اور پانچویں پتر میں بڑے بڑے دارالعلوم قائم کئے تھے۔ اور بودھ مذہب کی عمت کیلئے مبلغین غیر ممالک میں بھیجے۔ چین اور جاپان میں بودھ مذہب کی سعی سے پہونچا۔ اور ارسوت تبت چین جاپان۔ برما سیام نام اور سیلون وغیرہ میں چالیس کروڑ نفوس اس مذہب کے پیرو ہیں۔ ۱۹ بودھ مذہب راجن مذہب کی بنا اسی مگدھ دیس میں ہوئی۔ اور کروڑوں کی اس بڑا مقدس مقام بن گیا۔ اس اعتبار بھی دنیا کی تاریخ میں مگدھ دیس کی خاص اہمیت حاصل ہوئی۔ تاریخوں پر پایا جاتا ہے کہ ۲۷۳ ق م کے قریب ان سوارن (ننگار) کے راجہ ساسکا نامی نے راجہ راجوہر دھانامانی کو بودھ مذہب پر مقرر کیا۔ اس مجلس میں ان کی دعوتی اور فریب اس کو قبول کر ڈالا۔ اس کے بعد مگدھ دیس پانچویں پتر میں بودھ مذہب لوگوں کو سخت ہرمت پہونچائی۔ ان بتوں اور مورتیوں کو توڑ کر خاک میں ملا دیا۔ بودھ گیا کے اس متبرک رخت کو بھی جہاں گوتم بدھ پر تجلی حق کا ظہور ہوا تھا جڑ سے کٹوا کر آگ لگا دی۔ اور اس کے والوں کی تمام خاتواہوں عبادت ہوں اور تعلیم کا ہوں مساکر دیا۔ اور ان رہنے والوں کو خانہ بدوش کر کے ٹھکرا دیا۔ اس واقعہ کے چھ سو برس بعد ۱۹۱۷ء میں محمد بن نجیب الرحمن نے صوبہ بہار کو فتح کر کے مسلمانوں کی عملداری میں شامل کیا۔



کے عالمگیر راج میں کسی اور زبان کا سکہ پھر رائج نہ ہو سکا۔  
اس کے بعد سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری  
کے وقت سے مسلمان فاتحین عموماً فارسی اور کچھ ترکی بولتے ہوئے  
اس ملک میں داخل ہوئے۔ اور یہیں رہنے پہنچنے لگے۔ ان کے  
شاہی قریلوں اور دفتروں کی زبان تو جوں کی توں فارسی ہی  
رہی۔ مگر ایک جگہ رہ کر باہم لین دین اور بات چیت کا یہ لازمی نتیجہ  
تھا کہ فارسی کے کچھ الفاظ ہندوؤں کی زبانوں پر اور اس مخلوط بھاشا  
کے الفاظ مسلمانوں کی زبانوں پر چڑھ جائیں۔

غرض اوایل میں سلطنت غلامان ہی کے عہد سے فارسی  
اور بھاشا سے ملکر یہ مخلوط زبان آپس میں ایک دوسرے کے  
اداسے مطلب کا ذریعہ بن گئی۔ یہاں تک کہ آٹھویں صدی ہجری میں  
سلطان بلبن کے وقت میں حضرت امیر خسرو کے ایسے سربراہ اور وہ شاعر  
اسی مخلوط زبان میں مثنوی ”خالق باری“ نظم کر ڈالی جس کا یہ پہلا شعر  
خالق باری سرجن ہار ہے واحد ایک بڑا کرتار  
اور ان کی منظوم پہیلیاں اور مکرئیاں بھی اس کی شہادت میں  
پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور شہنشاہ اکبر کے عہد تک تو ہندی کے  
بہت سے الفاظ مثلاً کٹار۔ تلوار۔ گھوڑا۔ ہاتھی۔ رائے۔ راجہ  
مہاراجہ۔ گھڑی۔ گھڑیاں۔ گھاٹ وغیرہ نے بادشاہوں اور  
ادیبوں کی فارسی تحریروں میں مستقل طور پر اپنی جگہ بنالی تھی۔

و زبان کا  
شعبہ

کیونکہ ان میں اکثر چیزیں خالص طور پر ہندوستان ہی کی تھیں اور  
فارسی میں ان کے لئے الفاظ پہلے سے موجود نہ تھے۔

اسی طرح عہد بہ عہد ہندوؤں کی زبانوں پر بھی عربی و فارسی  
کے بہترے الفاظ برج بھاشا میں ملے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جن کی متعدد  
مثالیں مشہور و معروف کبیر شاہ و تلسی داس اور گرونانک کے دوہوں  
میں بھی موجود ہیں۔ جو آج تک لوگوں کی زبانوں پر جاری ہیں اور  
زیادہ محتاج تفصیل نہیں۔ مثلاً

چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے ہے دو پاٹن کیے پنج میں ثابت بچانہ کوئے  
تلسی جگ میں ان کے دوہی سیانے کلام ہے دینے کو روٹی بھلی اور لینے کو ہر نام  
ناہک منھے بنے رہو کہ جیسے ننھی دوہ ہے بڑے بڑے دیجاوین گے اور دوہ بگلی تو  
یہ امر کہ عام طور پر اس مخلوط زبان کا نام اردو کیونکہ

پڑ گیا۔ بہت زیادہ تفصیل طلب نہیں ہے۔ سلطنت مغلیہ میں فوجی  
بازار کا نام اردو تھا۔ جو ایک ترکی لفظ ہے۔ یہی بازار ایک ایسا  
مقام تھا جہاں ولایتی فوجی سپاہیوں کے ساتھ۔ جو عموماً ترک  
تاتاری۔ مغل اور ایرانی ہوتے تھے۔ یہاں کے دیسی تاجروں  
پیشہ وروں اور کاروباری آدمیوں کو روزانہ لین دین۔ خرید و  
فروخت۔ اور دیگر معاملات میں باہم گفتگو کرنی پڑتی تھی۔ اس  
بازار کو اردو کہتے ہی تھے۔ اب جو ایک نئی مخلوط زبان اس بازار میں  
ملنے لگی۔ یہی آئین اکبری۔ ترک جہاں گیری اور رقعات عالمگیری۔



کیونکہ ان میں اکثر چیزیں خالص طور پر ہندوستان ہی کی تھیں اور فارسی میں ان کے لئے الفاظ پہلے سے موجود نہ تھے۔

اسی طرح عہد بہ عہد ہندوؤں کی زبانوں پر بھی عربی و فارسی کے بہترے الفاظ برج بھاشا میں ملے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جن کی متعدد مثالیں مشہور و معروف کبیر شاہ و تمسی داس اور گردناتک کے دوہوں میں بھی موجود ہیں۔ جو آج تک لوگوں کی زبانوں پر جاری ہیں اور زیادہ محتاج تفصیل نہیں۔ مثلاً

چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے بہ دو پاٹن کے پنج میں ثابت بچانہ کوئے  
تلسی جگ میں آن کے دو ہی سیانے کام نہ دینے کو روٹی بھلی اور لینے کو ہر نام  
نالک منھے بنے رہو کہ جیسے ننھی دو ب نہ بڑے بڑے دیجا دیں گے اور دو ب بگی خوں

یہ امر کہ عام طور پر اس مخلوط زبان کا نام اردو کیونکر پر گیا۔ بہت زیادہ تفصیل طلب نہیں ہے۔ سلطنت مغلیہ میں فوجی بازار کا نام اردو تھا۔ جو ایک ترکی لفظ ہے۔ یہی بازار ایک ایسا مقام تھا جہاں ولایتی فوجی سپاہیوں کے ساتھ جو عموماً ترک تاتاری۔ مغل اور ایرانی ہوتے تھے۔ یہاں کے دیسی تاجروں پیشہ وروں اور کاروباری آدمیوں کو درازانہ لین دین۔ خرید و فروخت۔ اور دیگر معاملات میں باہم گفتگو کرنی پڑتی تھی۔ اس بازار کو اردو کہتے ہی تھے۔ اب جو ایک نئی مخلوط زبان اس بازار میں ملے۔ دیکھو آئین اکبری۔ ترک جہاں گیری اور رقعات عالمگیری۔

و زبان کی  
تسمیہ

اردو  
دہ

بہ سبیل ضرورت بولی جانے لگی اوس کا نام بھی عام لوگوں میں اسی لگاؤ سے اردو زبان (یعنی فوجی بازار کی زبان) قرار پا گیا۔ مگر پڑھے لکھے لوگ اس کو ریختہ، کے نام سے بھی تعبیر کرنے لگے۔ اور یہ اس بنا پر کہ جس طرح چوتنا اور سُرخ و غیرہ مختلف اجزاء کو باہم مخلوط کر کے ریختہ کی تعمیر ہوئی ہے۔ اوسی طرح مختلف زبانوں کے اختلا داسے اس زبان کا خاکہ تیار ہوا ہے۔ بہر حال عالمگیری کے عہد تک تو اردو زبان کا مکمل خاکہ تیار ہو گیا تھا۔

چنانچہ اسی عہد میں ملا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی کا اردو میں یہ شعر مشہور ہے ۵  
مست پوچھ دل کی باتیں دل کھل ہی ہم میں نہ اس تخم بے نشان کا حاصل کہاں ہی ہم میں  
بیدل کے شاگردوں میں ایک علامۃ الملک

۵ شعرا کے کلام سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ غدر کے زمانے تک بجائے ”اردو“ کے ریختہ ہی کا لفظ مستعمل تھا۔ سو دوا اور میر نے بھی ہی لفظ استعمال کیا ہو۔ اور غالب فرماتے ہیں ۵

ریختہ کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب ۵ کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی  
مگر اس زمانے کے بعد سے شعرا نے اس لفظ کو ترک کر دیا ہو۔ اور اب اردو ہی کا لفظ مستعمل ہے۔ مثلاً داغ فرماتے ہیں

نہیں کھیل ہو داغ یاروں سے کہدو ۵ کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے



نواب محمد امیر خاں انجام بھی تھے جو محمد شاہی دور کے مشاہیر  
اُردو شعرا میں شمار کئے گئے ہیں۔ اور محمد شاہ بادشاہ کے عہد تک تو  
قلعہ معلیٰ کے اندر اس ریختہ کی بلند عمارت قائم ہو کر ”اُردوئے معلیٰ“  
کا لقب حاصل کر چکی تھی۔ مشہور شاعر شمس الدین ولی دکنی بھی  
اسی دور ۱۱۳۰ھ میں دکن سے دلی آ گئے تھے۔

اگرچہ ایک زمانے تک عام طور پر مشہور رہا کہ ریختہ میں سب سے  
پہلے ولی نے دیوان مرتب کیا ہے یا سب سے پہلے شاعر ولی ہوئے  
لیکن اب یہ بات روشنی میں آ گئی ہے کہ یہ خیال محض غلط اور بے بنیاد  
ہے۔ کیونکہ ولی سے سو اسو برس پیشتر دکن میں اردو شاعری کا رواج  
ہو چکا تھا۔ اور اصناف سخن میں سے ہر صنف ریختہ میں لکھی جا چکی تھی  
اس کی کئی تفصیل یہ ہے کہ دکن میں عالم گیر کے وقت تک قطب شاہیوں کی  
۱۱۵۰ھ نواب امیر خاں انجام کا اصل نام سید محمد راسخ تھا۔ یہ محمد شاہ رنجیلے کے وزیر  
تھے۔ کچھ دنوں کے لئے الہ آباد کے صوبہ دار بھی مقرر ہوئے تھے۔ ۱۱۵۵ھ میں یوں  
شاہی میں ایک شقی القلب نے ان کو قتل کر دیا۔

نفس میری دیکھ کے مقتل میں یوں کہنے لگے: کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہی پہچانی ہوئی  
ساتھ اپنے سر کے تھا انجام پاس تمکنت: شکر ہے ترپہ نہ زیر خنجر جلا د ہم  
۱۱۵۰ھ محمد شاہ بادشاہ خود بھی شاعر تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے:

کھول کر نیک قیادل کے تیل غارت کیا: کیا حصار قلب دہلے بندوں کیا  
نین میں دل کی چکری جڑ کے بھجا ہوں تری خاطر: اگر پوچھے تمہارے ہاتھ لکھ بھجو کہ ہو پنی ہی

ایک خود مختار سلطنت موجود تھی۔ انھیں قطب شاہیوں میں  
محمد قلی قطب شاہ (متوفی ۱۱۲۲ھ) محمد قطب شاہ (متوفی ۱۱۳۰ھ)  
اور عبداللہ قطب شاہ (متوفی ۱۱۳۰ھ) یہ تینوں بادشاہ شاعر  
تھے۔ جن میں مقدم الذکر کے ضخیم کلیات کا شاہی نسخہ کتب خانہ آصفیہ  
میں آج تک موجود ہے۔ اور ان تینوں کے مکمل دیوان کے نسخے نواب  
سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر محمد قلی  
قطب شاہ کے دو شعرا ملاحظہ ہوں جو اُردو کلام کا غالباً سب سے قدیم  
نمونہ ہیں:

پہا ہوں میں حضرت کے ہمت آب کوثر: تو شاہاں اُپر مجھ کھس کر بنایا  
سدا تو مدح نبی و علی کہ کہتا ہے: یہ معانی شعرا تو لکھے ہیں دست بستہ  
فی الجملہ ان قطب شاہیوں کے بعد اور بھی شعرا مثلاً  
ملا با شعی۔ مولانا نصر قلی۔ اور میرزا ان مرثیہ گو وغیرہ کا ذکر ”سلاطین  
السلطین“ میں موجود ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ریختہ میں شعرو  
سخن کا چرچا پہلے پہل دکن سے شروع ہوا ہے۔ اس کے بعد دلی میں ولی  
کے زمانے سے اس کا نشو و نما ہوا۔

اس کے ماسوا خود ولی کے معاصرین میں عارف الدین خاں عا جرن

۱۱۵۰ھ شمس الدین ولی اورنگ آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ تقریباً ۱۱۵۹ھ  
میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۶۳ھ میں دلی میں آئے تھے۔ اور ۱۱۵۵ھ  
میں احمد آباد میں وفات پائی۔



شاہ

دیباچہ میں بیان کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ بہت سے الفاظ جو کئی دکنی کے وقت تک شعرا نے اور خود انہوں نے غلط استعمال کئے تھے۔ مثلاً بجائے تسبیح کے تسمی۔ اور دیوانہ کو دوانہ۔ وغیرہ۔ اور بجائے ”سے“ کے ”سیتی“ یا ”سوں“ اور بجائے ”کو“ کے ”کوں“ وغیرہ۔ ان سمجھوں کو انہوں نے قابل ترک قرار دیا۔ اور اسلی ہول پر اپنے کلیات سے انتخاب کر کے ”دیوان زادہ“ مرتب کیا۔ شاہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ میں پیدا ہوئے۔ اور بقول مصحفی ان کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ۴۵ تھی جنہیں سب سے زیادہ نامور مرزا رفیع سودا ہیں

شاہ حاتم کے علاوہ اس محمد شاہی دور کے ادیبان کمال میں سراج الدین خاں آدڑو بھی خاص اعتبار سے قابل ذکر ہیں۔ یہ اگرچہ بذات خود فارسی کے مسلم الثبوت شاعر ہیں۔ اردو میں انہوں نے گنتی کے صرف چند ہی شعر کہے ہیں۔ لیکن فن ریختہ کے کل نامور اساتذہ اور مصلحین زبان اردو جن کا شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں نشو و نما ہوا۔ مثلاً حضرت مرزا مظہر جان جاناں۔ خواجہ میر حسن۔ میر تقی میر۔ مرزا رفیع سودا۔ وغیرہ۔ جن کی ذات سے ہندوستان کی دنیاۓ شاعری میں آج تک شاعری کے سلسلے قائم ہیں۔ ان سمجھوں نے بقول مصنف ”آب حیات“ خان آدڑوی کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی۔“

سراج

مظہر

بہر حال اس میں کلام نہیں کہ اردو زبان کی تاریخ میں شاہ عالم کا دور اردو شاعری کے معراج کمال کا زمانہ تھا۔ بادشاہ خود بھی شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ اور حضرت مظہر جان جاناں۔ خواجہ میر حسن۔ میر انور۔ میر سوز۔ میر تقی میر۔ مرزا رفیع سودا۔ شیخ غلام ہمدانی مصحفی۔ شیخ قلندر بخش جوات۔ سید انشاء اللہ خاں آفتاب۔ اور حضرت عشق اور جوشش اور سراسر اعظم عظیم آبادی وغیرہ اس دور کی یادگار ہیں۔ وہ سب ایسے بالکمال اور یکساں زمانہ ہوئے کہ ہندوستان کی خاک پھر اون کا بدل پیدا نہ کر سکی۔ اقلیم شاعری میں یہ لوگ اپنی اپنی طرز کے موجد قرار پائے۔ اور ان کے بعد لوگوں نے صرف انھیں کے تتبع کو اپنا سرمایہ کمال سمجھا۔ اور اس طرح عرصہ گاہ شعر و سخن کی تمام فضائے بسیط میں ایک مدت تک ان کی شہرت اور حسن قبول کی صدائے بازگشت گونجتی رہی۔

ان میں خصوصاً حضرت مظہر جان جاناں وہ بالکمال بزرگ ہیں جن کی نسبت مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ۔ (ترجمہ فارسی) ”سخن گوئی کی ابتدا میں کہ او سوقت تک تیر و مرزا کوئی“ ”بھی میدان میں نہیں آئے تھے۔ ریختہ کے شعر کو فارسی“ ”کے تتبع میں کہنے والے سب سے پہلے شخص یہی ہیں۔“ اور پھر آگے چلکر لکھتے ہیں کہ۔



بہر حال اس میں کلام نہیں کہ اردو زبان کی تاریخ میں شاہ عالم کا دور اردو شاعری کے معراج کمال کا زمانہ تھا۔ بادشاہ خود بھی شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ اور حضرت مظہر جان جاناں۔ خواجہ میر حسن۔ میر آثر۔ میر سوز۔ میر تقی میر۔ مرزا رفیع سودا۔ شیخ غلام ہمدانی مصحفی۔ شیخ قلندر بخش جوات۔ سید انشاء اللہ خان آتشا۔ اور حضرت عشق اور جوشش اور سنا اسلم عظیم آبادی وغیرہ اس دور کی یادگار ہیں۔ وہ سب ایسے بالکمال اور یکناٹے زمانہ ہوئے کہ ہندوستان کی خاک پھر اون کا بدل پیدا نہ کر سکی۔ اقلیم شاعری میں یہ لوگ اپنی اپنی طرز کے موجد قرار پائے۔ اور ان کے بعد لوگوں نے صرف انھیں کے تتبع کو اپنا سرمایہ کمال سمجھا۔ اور اس طرح عرصہ گاہ شعر و سخن کی تمام فضائے بسیط میں ایک مدت تک ان کی شہرت اور حسن قبول کی صداۓ بازگشت گونجتی رہی۔

ان میں خصوصاً حضرت مظہر جان جاناں وہ بالکمال بزرگ ہیں جن کی نسبت مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ۔ (ترجمہ فارسی) ”سخن گوئی کی ابتدا میں کہ اس وقت تک تیر و مرزا کوئی بھی میدان میں نہیں آئے تھے۔ ریختہ کے شعر کو فارسی کے تتبع میں کہنے والے سب سے پہلے شخص یہی ہیں۔“ اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ۔

مظہر جان

دور اس فقیر کے نزدیک زبان ریختہ کے نقاش اول۔  
دور مرزا (مظہر) ہیں۔ اس کے بعد دوسروں نے۔  
دور ان کی پیروی کی  
عظیم آباد کے اساتذہ متقدمین میں ہیبت قلی خاں حسرت۔  
دستار صند۔ اور میر باقر حنائی مرزا علیہ الرحمہ کے شاگرد اور مرید اور معتقد تھے۔

بہر حال جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اردو زبان کی تاریخ میں اس دور کے شعرا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس وقت تک اردو شاعری کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں صرف دہلی کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مگر اب دہلی میں دھڑا ہی کیا تھا۔ شاہ عالم برہنہ نام بادشاہ تھے۔ اور حقیقت میں مرہٹوں کا راج تھا۔ کسی کی رائی نہ دہانی۔ ہر طرف لوٹ مار اور بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی شخص دم بھر کے لئے چین سے بیٹھ ہی نہیں سو سکتا تھا۔ جس کی بھیاناک تصویر کا بعض رخ مرزا سودا نے بھی ”شہر آشوب“ میں عبرت انگیز طریقہ سے کھینچ کر دکھایا ہے۔ اس ہلچل میں شعرا کی یہ جی جمائی مجلس بالکل درہم برہم ہو گئی۔ رنگ میں بھنگ نظر آنے لگا۔ ایک ایک کر کے سب دہلی سے نکل گئے۔ جس کی جدھر سینگ سمائی۔ بہتیروں نے مرشد آباد کا رخ کیا۔ اکثر عظیم آباد میں چلے آئے۔ اگرچہ عام طور پر لوگوں نے زیادہ تر لکھنؤ ہی کو تاکا۔ جہاں نواب آصف الدولہ کی

مرکز شاعر  
دہلی سے گئے  
اور عظیم آباد  
میں منتقل ہوئے



لیکن اس مقام پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اسی دور میں شاعری یہ مجلس جب تک دلی میں گرم رہی اردو شاعری پر سلاطین اور امرا کے درباری تعلقات کا برا اخلاقی اثر نہیں پڑا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ حضرت منظر جان جانا نے فارسی شاعری کے تصوفانہ انداز پر اس کی تجدید و اصلاح کی تھی۔ خواجہ میر درد کے یہاں ہر جہینہ کی پذیر ہویں تاریخ کو مجلس شاعرہ منعقد ہوتی تھی بعد کو انقلابات زمانہ سے جب ان کے ہاں مشاعرہ کا سلسلہ قائم نہ رہ سکا تو انہوں نے میر تقی میر صاحب سے فرمایا کہ اس مشاعرہ کو اپنے یہاں کیا کرو چنانچہ خود میر صاحب "نکات الشعرا" میں فرماتے ہیں کہ:۔ (ترجمہ)

"بندہ کے مکان پر ہر جہینہ کی پذیر ہویں تاریخ کو جو مجلس بچتے"

"مقرر ہے۔ واللہ وہ انہیں بزرگ کی ذات سے ہے۔"

غرض جب تک اردو شاعری نے دلی میں نشو و نما پائی۔ ادس نے گوشہ نشینوں اور قناعت پسندوں کے دائروں اور خانقاہوں سے نکل کر درباروں اور بازاروں کی ہوا نہیں کھائی تھی۔

حضرت منظر جان جاناؒ تو ۱۱۹۵ھ میں چوراسی سال کی عمر میں کسی شقی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ خواجہ میر دردؒ دلی سے نکلے ہی نہیں امڈے تو کل کے اپنی جگہ پر بیٹھے ہی رہے۔ ۱۱۹۹ھ میں انتقال فرمایا میر سودا اور مرزا رفیع سودا درانیوں کے دوسرے حملہ کے وقت گھر چھوڑ کر پہلے ہی فرخ آباد چلے گئے تھے۔ جب وہاں نواب مہربان خان رند کھیل بگڑا۔ تو ان لوگوں نے فیض آباد کا رخ کیا۔ جہاں بیوی کی سیر

بہر حال۔ چونکہ مصحفی و ناسخ کے دور تک اردو زبان اس موجودہ قالب کے اختیار کر چکی تھی۔ اسلئے اسکی تاریخ کو ختم کرنے اور اس کے شکر کا تذکرہ شروع کرنے کے بیشتر اس مقام پر اس امر کا اعادہ کر دینا بھی غالباً ناموزوں نہ ہوگا کہ اردو زبان کی اصل "سرواسنی بھاشا" ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور اس "سرواسنی" زبان کی خیر میں بودہ مذہب کی حکومت و اقتدار کی بدولت پائی زبان کا عنصر بہت زیادہ غالب ہے۔ یہ پائی زبان مگدھ دیس یعنی صوبہ بہار کی خاص پراکرت تھی اور اس مناسبت سے یہ کتنا بھی شاید غلط نہ ہوگا کہ خصوصاً اہل بہار کو اردو زبان سے قدیمی ربط و مناسبت حاصل ہے اور یہ اس دیس کی مادری زبان کہی جاسکتی ہو۔

اس پائی زبان میں "ویہار" یا "بہار" اس مکان کو کہتے تھے جہاں بودہ مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ تعلیم گاہیں خاص قصبہ بہار میں بہت زیادہ تھیں۔ اس لئے اس قصبہ کا یہی نام مشہور ہو گیا۔ اور دارالحکومت ہونے کے باعث صوبہ کے نام کی وجہ سے یہ بھی پہی ہو۔

واضح ہو کہ راجہ ساسنکا کی فارت گری کے بعد ۶۷۱ء سے ۱۱۹۶ء تک قصبہ بہار پال خاندان کے راجاؤں کا دارالحکومت رہا جو عموماً بودہ مذہب کے راہب ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے میں دارالعلوم نالندہ تمام ہندوستان کے طالبان علم و فن کا مرجع و مادی تھا مگر گیارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں بھی تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اس کے آثارات حال میں زمین سے کھود کر نکالے گئے ہیں۔ یہ مقام قصبہ بہار سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔



بہر حال۔ چونکہ مصحفی و ناسخ کے دور تک اردو زبان اس موجودہ قالب کے اختیار کر چکی تھی۔ اسلئے اسکی تاریخ کو ختم کرتے اور اس پر یکسر کا تذکرہ شروع کرنے کے پیشتر اس مقام پر اس امر کا اعادہ کر دینا بھی غالباً ناموزوں نہ ہوگا کہ اردو زبان کی اصل ”سرواسنی بھاشا“ ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور اس ”سرواسنی“ زبان کی خیر میں بودہ مذہب کی حکومت و اقتدار کی بدولت پائی زبان کا عنصر بہت زیادہ غالب ہے۔ یہ پائی زبان مگدھ دیس یعنی صوبہ بہار کی خاص پر اکر ت تھی اور اس مناسبت سے یہ کنا بھی شاید غلط نہ ہوگا کہ خصوصاً اہل بہار کو اردو زبان سے قدیمی ربط و مناسبت حاصل ہے اور یہ اس دیس کی مادری زبان کہی جاسکتی ہو۔

اسلئے پائی زبان میں ”ویہار“ یا ”بہار“ اس مکان کو کہتے تھے جہاں بودہ مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ تعلیم گاہیں خاص قصبہ بہار میں بہت زیادہ تھیں۔ اس لئے اس قصبہ کا یہی نام مشہور ہو گیا۔ اور دار الحکومت ہونے کے باعث صوبہ کے نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہو۔

دانش ہو کہ راجہ ساسنکا کی غارت گری کے بعد ۶۷۱ء سے ۱۱۹۶ء تک قصبہ بہار پال خاندان کے راجاؤں کا دار الحکومت رہا جو مگدھ بودہ مذہب کے راہب ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے میں دارالعلوم نالندہ تمام ہندوستان کے طالبان علم و فن کا مرجع و مادی تھا مگر گیارہویں صدی عیسوی کے پیشتر یہ بھی تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اس کے آثارات حال میں زمین سے کھود کر نکالے گئے ہیں۔ یہ مقام قصبہ بہار سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔



# تاریخ شعرا بہار

جلد اول

پہلا دور

مقدمین شعرا عظیم آباد

۱۱۵۰ھ (اور اس کے پیشتر سے ۱۲۰۰ھ تک)

بہ ترتیب حروف تہجی

اظہر تخاص۔ میر غلام علی نام۔ شاگرد میر شمس الدین قیصر دہلوی۔  
دلی سے نکل کر مرشد آباد آئے تھے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ۱۱۹۲ھ میں عظیم آباد  
چلے آئے۔ نواب علی ابراہیم خان خلیل عظیم آبادی مولف تذکرۃ گلزار ابراہیم  
سے بھی ربط تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

کرنا تھا جو کچھ نہ کر گئے ہم افسوس کہ یو نہیں مر گئے ہم



بسر کر رہے تھے۔ نمونہ کلام ۵

اے چشم تو تھام اس کو ہوا شک تو جوش اوپر  
مڑگاں اپنی رکھ سکتے اس طفل کو دوش اوپر

**آمین** مولانا محمد امین اللہ خلیف مولوی سلیم اللہ۔ مولد و وطن  
موضع نگر نہسہ ضلع عظیم آباد۔ تفسیر و حدیث مولانا شاہ عبدالغفر دہلوی سے  
پڑھی۔ تمام عمر طاعت و عبادت اور درس و تدریس میں بسر کی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ  
میں ایک مدت تک مدرس بھی رہے۔ ایک رسالہ "حاشیہ میرزا عبدالحق کی تصنیف  
سے ہے۔ اور "شرح مسلم الثبوت" کی تالیف میں مصروف تھے کہ خود انکی  
کتاب حیات کا خاتمہ ہو گیا۔ نظم فارسی میں مہارت کامل رکھتے تھے۔  
حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و معجزات میں ان کا  
فیض و بلیغ "قصیدہ عظمیٰ" آج تک ارباب علم میں متداول ہے جس کا یہ مطلع ہے  
محدثات سراپردہ ہائے قرآنی چہ دبیر اند کہ دل می بر غریبہا نی  
یہ قصیدہ چند بار چھپ چکا ہے۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ  
کو انتقال کیا ۵

مزج عشق آمیں برگ ویر طرہ دہد افگند تخم وفا نخل جفا بد خیزد  
مولانا محمد ابراہیم مرحوم مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (مستوفی  
۹ رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ) جنہوں نے "دیوان متبنی" کی شرح  
فارسی لکھی ہے ان کے پوتے تھے۔

**آمین** تخلص۔ خواجہ امین الدین نام۔ متوطن عظیم آباد۔ تقریباً  
۱۹۵ھ میں چند سال پیشتر سے نواب مظفر جنگ میر محمد رضا کی  
سرباز سے منسلک تھے۔ ایک مدت تک اون کی رفاقت میں زندگی  
بسر کرتے رہے۔ جب یہ سلسلہ بھی درہم برہم ہوا تو نہایت قناعت  
اور جوان مردی کے ساتھ خانہ نشینی میں زندگی کے بقیہ دن گزار دیے  
۱۲۲ھ تک حیات تھے۔

نواب علی ابراہیم خاں سے بھی قریبی رشتہ تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ "شعر فہمی اور  
سخن رسی میں زاد و روزگار ہیں۔ بلندی فکر اور استقامت تو ہمیں ایسی رکھتے ہیں جو  
انکے معاصرین میں کم تر پائی جاتی ہے" فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں فکر سخن  
کیا ہے۔ دیوان فارسی کا ایک نسخہ خانقاہ عمادیہ عظیم آباد محلہ منگل تالاب  
۱۵۰ میر قاسم کی شکست کے بعد (جس کے مفصل حالات تذکرہ عشق کے ضمن میں حاشیہ پر  
لکھے مذکور ہیں) نظامت فرنگ کی سند پر جب میر جعفر دوبارہ ممکن ہوئے تو میر محمد قادیان  
اور نائب ناظم مقرر ہوئے تھے۔ یہ ایرانی الاصل تھے۔ نیکمار (سابق حاکم ہنگی) بھی اسی عہدہ کیلئے  
ایمده ارغوا۔ وہ مقرر تو نہ ہو سکا مگر اسکی سازشوں اور شکایتوں کی بدولت محمد رضا خاں اور  
انکے نائب راجہ پشاور ہائے دونوں گرفتار ہو کر کلکتہ روانہ کئے گئے۔ اور دو برس تک یہ تحقیقات مقوم  
و ثبوت جرم قید میں رہے۔ بالاخر محمد رضا خاں کے خلاف جو ثبوت جرم نہ مل سکے تھے وہ نواب  
علی ابراہیم خاں انکی طرف سے ایسے روئے کر اوکی تردید نہ ہو سکی اور یہ جرم ثابت ہو کر رہا ہو گیا۔ کاموں  
مختار۔ مدت تک کلکتہ میں اپنی بجالی کیلئے کوشش کرتے رہے۔ آخر ۳ رجب ۱۲۸۲ھ کو پھر اپنے عہدہ پر  
بجلی ہوئے ۱۲۸۲ھ



کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ریختہ کا دیوان اب نایاب ہے یہ نمونہ کلام ہے  
دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا      نزدیک ہمارے نہ یہاں کا نہ وہاں کا  
خوشترادیکھ کے منہ کانپ کے نکلا      مہ چادر ہتھاب میں مہہ ڈھانپ کے نکلا  
گر ارادہ نہیں ہو آنے کا      فائدہ اس قدر بہانے کا

آئی بہار ہو گئے ہر خار راہ سبز      لیکن ہوئے نہ آہ یہ بخت سیاہ سبز  
کیا کہوں یا رے اپنی سی کئے جاتا ہوں      گالیاں کھاتا ہوں غصہ کو پئے جاتا ہوں  
فائدہ کیا ہے بھلا ہم جو کریں فکر معاش      غم کو کھاتے ہیں امین خون جگر پیئے ہیں  
میں بوسہ جو مانگا جو بھولا گئے وہ      لگا کھنٹے کیا ہے۔ کہا کچھ نہیں  
دن کٹا فریادیں اور رات نزاری میں کٹی      عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہے خواری میں کٹی  
صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں      بھر کی جب رات ایسی بے قراری میں کٹی  
اس زمانے میں آئیں مت کر کسی دوستی      شمع کی گردن۔ نہ دیکھی دوستداری میں کٹی

دل باندھے تو یار کے کاکل سے باندھے      بلبیل کو باندھے تو رگ گل سے باندھے  
ایکدم ہو گئی گراؤس سے ملاقات لگیا      زندگی کا ہے مزایہ کہ مساوات کئے  
دنیا میں کہنے کو سبھی کہلاتے ہیں بھلے      پر ہر وہی بھلا جو کسی کا بھلا کرے  
آلور۔ شاہ علی اکبر خلیف حیدر خاں۔ رفیق عمدۃ الملک امیر خاں  
انجام۔ دو برس تک اپنے والد کے ہمراہ کابل میں رہے۔ اس کے بعد  
عظیم آباد آکر تکیہ آغا حسینا میں فروکش ہوئے۔ آغا حسینا کے ولاد بھی تھے

جمع کیا تھا۔ انہیں میں ایک مکتوب بنام شہزادہ مرزا جواں نخت جہاندار  
شاہ (خلف شاہ عالم بادشاہ) بھی ہے جس میں انہوں نے حسن اور شام سنگ  
عشق کی مشہور و معروف سچی داستان بیان کی ہے۔ جس کو میر تقی میر  
نے مثنوی ”شعلہ عشق“ میں اور مولانا شوق بنوی نے مثنوی ”سوز و  
گداز“ میں نظم کیا ہے۔ یہ واقعہ پٹنہ میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں گذرا  
تھا۔ چنانچہ میر صاحب ”شعلہ عشق“ میں فرماتے ہیں ۵

عجب کام پٹنہ میں اس سے ہوا      عجب ایک عالم کو جس سے ہوا  
اس قصہ کو منشی باقر علی خاں لکھنوی نے بھی نثر فارسی میں لکھا ہے  
جو ایک رسالہ کی صورت میں ۱۲۶۲ھ میں چھپا تھا  
خواجہ عبداللہ تائید نے ۱۲۰۶ھ میں انتقال کیا۔ دیوان  
فارسی مرتب تھا ۵

یارب یہ حق دیدہ شب زندہ دارما      بے روئے دوست تیرہ مکن وزگارما  
بر مشت خاک پا چور سیدی گریستی      تا طرف دامن تو نہ گیرد عنبارما  
یہ نامہ ادبی جاوید چوں کتم تائید      ز خود نہ سازد اگر نامہ بر جواب مرا  
میر محمد علیم۔ تحقیق

خلف میر بدیع الدین سحر قندی عرف میر میتن۔ مولد مسکن عظیم آباد

۱۵ عظیم آباد کا محلہ میتن گھاٹ غالباً انہیں کے نام سے موسوم ہے۔



جسے کیا تھا۔ انہیں میں ایک مکتوب بنام شہزادہ مرزا جواں نخت جہاندار شاہ (خلف شاہ عالم بادشاہ) بھی ہے جس میں انہوں نے حسن اور شام سنگر عشق کی مشہور و معروف سچی داستان بیان کی ہے۔ جس کو میر تقی میر نے مثنوی ”شعلہ عشق“ میں اور مولانا شوق نیوی نے مثنوی ”سوز و گداز“ میں نظم کیا ہے۔ یہ واقعہ بیٹنہ میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں گذرا تھا۔ چنانچہ میر صاحب ”شعلہ عشق“ میں فرماتے ہیں ۵

عجب کام بیٹنہ میں اس سے ہوا عجب ایک عالم کو جس سے ہوا  
اس قصہ کو منشی باقر علی خاں لکھنوی نے بھی نثر فارسی میں لکھا ہے جو ایک رسالہ کی صورت میں ۱۲۶۲ھ میں چھپا تھا  
خواجہ عبداللہ تائید نے ۱۲۶۲ھ میں انتقال کیا۔ دیوان فارسی مرتب تھا ۵

یارب یہ حق دیدہ شب زندہ دارا بے روئے دوست تیرہ مکن وزگان  
بر مشت خاک پا چور سیدی گریستی تا طرف دامن تو نہ گیرد عنبار  
بہ نامہ ادبی جاوید چوں کف تائید ز خود نہ سازد اگر نامہ بر جواب مرا  
میر محمد علیم - تحقیق

خلف میر بدیع الدین سمرقندی عرف میر بیٹنہ - مولد مسکن عظیم آباد

۱۲۶۲ھ عظیم آباد کا محلہ بیٹنہ گھاٹ غالباً انہیں کے نام سے موسوم ہے۔

سندھ میں پیدا ہوئے۔ معقولات و منقولات میں شہرہ آفاق۔  
فن موسیقی و تیر اندازی میں کمال حاصل تھا۔ پیرا کی میں ایسی مہارت  
بہم پہونچائی تھی کہ پانی پر چار زانو بیٹھ کر گنگا کے پار اتر جاتے تھے۔  
خوش حالی اور بے فکری کے باعث بیٹنہ سے مرغ اور شیریں لڑانے کا  
بھی شوق تھا۔ ایک مدت تک دہلی اور بنگال وغیرہ کی سیاحت میں  
مصروف رہے۔ پھر اپنے وطن مالوف کو واپس آگئے۔ زین الدین احمد  
خاں بہت جنگ کو ان سے بہت عقیدت تھی۔

شاعری میں مرزا معز موسوی خاں فطرت سے تلذذ تھا۔ اور  
خود ان کے تمام ہندوستان میں مدد ہاشا گردستے۔ بالخصوص برہمن  
عمر میں ۱۱۶۲ھ میں انتقال کیا۔ ان کے شاگرد دارا اگرچہ اہل لغت  
نے یہ تاریخ کہی ۶

فرمود کہ تحقیق شدہ حاصل حق

فارسی کا ایک دیوان ضخیم یادگار چھوڑا ۵

حباب بحر وجودم چہ از وجود مرا کہ نیست غیر مردم در لسم بود مرا  
ہنوز صورت غیرم دو چار میگرد گزفتم اینکہ دل آئینہ شد چہ سود مرا  
تمکین - مولوی رحمت اللہ - پیرہ ملا محمد امین - متوطن  
کشمیر - جو عہد شاہ جہاں کے مشہور علما میں تھے۔ علوم متداول سے



تذکرہ مذکور میں درج کرنے کے لئے ان کے پاس بنارس بھیجا تھا۔  
دیوان جوششش کا ایک قلمی نسخہ شیخ سبحان علی مرحوم (والد  
مولانا شوق نیوی) کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ مولانا شوق نیوی کے  
کتب خانہ میں موجود تھا جس پر تاریخ کتابت ۱۳۳۵ھ درج تھی  
مکن ہی موضع نیوی میں اب تک محفوظ ہو۔ یہ نسخہ ۱۹ جزو میں تمام ہوا  
ہر صفحے میں ۷ اشعار ہیں۔ اس میں قصاید بھی ہیں۔ اور تاریخ بھی ہے۔  
اب ان کے کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں اپنی ہی عیب جوئی ہے یہ ہنر ہمارا  
جب عشق میرا شہرہ آفاق ہو گیا ایک عالم اوس کے عشق مشتاق ہو گیا  
کلزار محبت میں نہ پھولے نہ پھلے ہم مانند چار آگ میں اپنے ہی جلے ہم  
تعلقات جہاں کی خبر نہیں رکھتا ہزار شکر کہ میں درد سر نہیں کھتا  
دے کے دل پچانے سے ہوتا ہو گیا ہوئی تھی سو ہو چکی روتا ہو گیا  
لینا تھا اوس کو دل سولیا اوس نامہ پر اب میرے اوس کے نامہ و پیغام ہو چکا  
عش آگیا وہ سامنے میرے جہاں ہوا مجھ کو وصال یار عیسر کہاں ہوا  
قیس پھر تار باجوہ دشت میں یواہ تھا اوس کو بیلی ہی کے درد آگ پر مرجانا تھا  
اشک گرم آنکھوں سے تاصح ہے جاری رات آہ انگاروں پہ ٹوٹا کئے ہم ساری رات  
نہ کوئی دوست ہی میرا نہ کوئی دشمن ہو ایک یڈل ہو غرض دوست ہی یا دشمن ہو

کشور عشق میں رسوا ہر بازار ہوئے اوس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے  
جس طرح دل کا دلغ جلتا ہے اوس طرح کب چراغ جلتا ہے  
ہیبت قلی خاں حسرت

حسرت تخلص۔ اصل نام میر محمد حیات تھا۔ باشندہ عظیم آباد۔  
مرزا منظر بانجھانائے کے معتمد اور شاگرد تھے۔ کچھ دنوں نواب شوکت  
جنگ خلف نواب صولت جنگ حاکم پورنیہ کی رفاقت میں رہے۔ اور  
کچھ دنوں کے لئے نواب سراج الدولہ ناظم بنگالہ کی سرکاری میں داروغگی کی  
خدمت پر مامور ہوئے۔ نواب مذکور کی شہادت کے بعد یہ ایک مدت  
تک پریشان حال رہے۔ پھر (بقول مولف گلشن ہند) ۱۲۹۵ھ میں  
نواب مبارک الدولہ میر مبارک علی خان بہادر خلف میر جعفر صوبہ دار  
بنگالہ کی رفاقت میں بھی نہایت غریب اور پریشانی کے ساتھ بسر کر رہے  
تھے۔ بالآخر ۱۲۹۵ھ میں اس سرے قافی سے سفر کر گئے۔ نہایت لطیفہ  
سیخ اور قانع اور حاضر جواب تھے۔ نواب علی ابراہیم خاں سے بھی  
رابطہ تھا۔ ایک دیوان ریختہ قریب دو ہزار بیت کے ان کی یادگار  
سے ہے۔ فیلن صاحب کا بیان ہو کہ دیوان اردو کے علاوہ ایک  
قصہ طوطی نامہ بھی ان کی تصنیف سے تھا۔ ان کے بعض اشعار ایسے  
بھی ہیں جو کج تک زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں مگر یہ کوئی نہیں جانتا



کشور عشق میں رسوا سہ بازار ہوئے اوس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے  
جس طرح دل کا داغ جلتا ہے اوس طرح کب چراغ جلتا ہے  
ہیبت قلی خاں حسرت

حسرت تخلص۔ اصل نام میر محمد حیات تھا۔ باشندہ عظیم آباد۔  
مرزا منظر جانخانا کے معتمد اور شاگرد تھے۔ کچھ دنوں نواب شوکت  
جنگ خلف نواب صولت جنگ حاکم پورنیہ کی رفاقت میں رہے۔ اور  
کچھ دنوں کے لئے نواب سراج الدولہ ناظم بنگالہ کی سرکار میں داروغگی کی  
خدمت پر مامور ہوئے۔ نواب مذکور کی شہادت کے بعد یہ ایک مدت  
تک پریشان حال رہے۔ پھر (بقول مولف گلشن ہند) ۱۱۹۵ھ میں  
نواب مبارک الدولہ میر مبارک علی خان بہادر خلف میر جعفر صوبہ دار  
بنگالہ کی رفاقت میں بھی نہایت غریب اور پریشانی کے ساتھ بسر کر رہے  
تھے۔ بالآخر ۱۱۹۵ھ میں اس سرائے فانی سے سفر کر گئے۔ نہایت لطیف  
سیخ اور قانع اور حاضر جواب تھے۔ نواب علی ابراہیم خاں سے بھی  
ربط تھا۔ ایک دیوان ریختہ قریب دو ہزار بیت کے ان کی یادگار  
سے ہے۔ فیلن صاحب کا بیان ہے کہ دیوان اردو کے علاوہ ایک  
قصہ طوطی نامہ بھی ان کی تصنیف سے تھا۔ ان کے بعض اشعار ایسے  
بھی ہیں جو کج تک زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں مگر یہ کوئی نہیں جانتا

کہ کس شاعر کے ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔  
آپ ہی اپنے یا رہے۔ جاتا نہیں غیر میں بھولے تھے پہچانا نہیں  
ہم نہ ہوں۔ تو ہو تو سب چرچا کریں شمع ہی محفل میں پروانہ نہیں  
کعبہ بھی ہم گئے نہ گیا ان بتوں کا شوق اس درد کی خدا کے بھی گھر میں وا نہیں  
تراغور مرے عجز کے مقابل ہو ادھر بہار اُدھر ایک شیشہ دل ہو  
لے اوڑا کام اپنا پروانہ ہائے ہم بال و پر نہ رکھتے تھے

میر محمد باقر حسرتیں

حسرتیں تخلص۔ میر محمد باقر نام۔ متوطن دہلی۔ محمد شاہی عہد کے  
شعرا میں تام آور۔ حضرت مرزا منظر جانخانا کے مرید اور ارشد  
تلامذہ میں تھے۔ دیوان میں جہاں کہیں استاد کا ذکر کرتے ہیں اوس  
اون کے اخلاص و عقیدت اور مرزا صاحب کے لطف و کرم کا پتہ چلتا  
ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

جس طرح جی چاہتا ہے ہو نہیں سکتی حسرتیں حضرت استاد یعنی شاہ منظر کی ثنا  
نادر شاہ کی چڑھائی کے بعد دلی کی ویرانی مصائب روزگار  
اور افسردہ خاطری نے ان کو بھی گھر اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔  
تقریباً ۱۱۵۴ھ میں عظیم آباد چلے آئے اور نواب سعید احمد خاں  
صولت جنگ کی رفاقت میں عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے







پیدا ہوئے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں فکر سخن کیا ہے  
پہلے شیخ صالح بلگرامی۔ پھر میر غلام علی آزاد اور شیخ علی حرمی کے

ملہ سید غلام علی آزاد بلگرامی ولد سید محمد نوح۔ علامہ عبد الباقی بلگرامی کے  
نواسے تھے ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۵ برس کی عمر میں ۱۲۸۵ھ میں پایہ پا  
بلگرام سے روانہ ہوئے مالوہ تک پایادہ پچلے۔ پاؤں میں چھاپے پڑ گئے۔ اتفاقاً  
نواب آصف جاہ دکن ادنیٰ دنوں مالوہ میں وارد تھے۔ قسمت ان کو اوس لشکر میں  
لے گئی۔ الغرض نواب آصف جاہ کی اعانت سے زاد راہ خاطر خواہ لیکر حج و زیارت  
مشرق ہوئے۔ وہاں سے واپس آکر ان کی عمر کے ۳۸ سال دکن میں گزرے  
اور وہیں وفات پائی۔ اپنے وقت کے نہایت مشہور و معروف عالم و ادیب  
تھے۔ انہوں نے زبان عرب میں ایسے تصانیف تصنیف کئے ہیں کہ خود ملک عرب میں  
ایک مدت تک ادب کا درس دیا جاتا تھا۔ شاہ یمن نے "حسان الهند" کا خطاب  
دیا تھا ۱۲۸۵ھ میں انتقال کیا۔ تذکرہ سرفراز زاد۔ خزانہ عامہ ۱۰ اور آثار الکلام  
کے علاوہ ۱۰ شرح صحیح بخاری عربی۔ ۱۰ شہادۃ العبرۃ و وصف ہند بایات  
حدیث عربی۔ ۱۰ تسلیمۃ النوادر عربی۔ ۱۰ سحرة المرجان فی انوار ہندوستان عربی۔ عربی گوشتراک  
تذکرہ مصر میں بھی شائع ہوا ہے۔ ۱۰ دیوان عربی سہ ہزار بیت۔ ۱۰ غنوی منظر البرکات  
عربی۔ ۱۰ سند السعادت فی حسن خاتمہ سادات فارسی۔ ۱۰ روضۃ الاولیاء فارسی۔ ۱۰  
خرلان الهند فارسی۔ ۱۰ دیوان فارسی۔ ۱۰ یاد مینا۔ ۱۰ شجرہ طیبہ در تحقیق  
نسب تادمہ سادات بلگرام و غیرہ ان کی مشہور تصنیفات ہیں ۱۲۰

فیض سخن سے بھی بہر مند ہوئے۔ ایام شباب میں آ رہ ضلع شاہ آباد  
میں آکر مقیم ہوئے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے بلایا کی تحصیل بھی ان کے  
سپرد ہوئی تھی۔ ۱۲۸۵ھ میں انتقال کیا۔ آ رہ میں مدفون ہوئے۔

کلام اردو کا نمونہ یہ ہے

اسقا بیتابیاں ہیں اس بل بیتاب کے بے قرار ہی جس طرح آتش پہ ہوسا کے  
خوشتر۔ میاں فضل اللہ۔ خلف اصغر میاں محمد افضل سرخون  
میاں مذکور نے فیض اللہ سرکلاں کو تخلص خوش قلم۔ اور فضل اللہ کو  
خوش تر اور بندر ابن داس مولف "تذکرہ خوش گو" کو تخلص خوش گو  
عنایت کیا تھا۔ مگر ان لوگوں کا کلام دستیاب نہیں ہوا ہے (خوش تر)  
دل خوش کن عشاق با قسوں نگاہے چوں چشم عاقر خوار تو در تیرہ نباشد  
محمد فقیہ درویش مستند

درویش مستند تخلص۔ محمد فقیہ نام۔ وطن اصل دکن ہے۔ بقول  
مولف "چمنستان شہر" قصبہ محمد آباد بیدار میں پیدا ہوئے۔

۱۱۷۵ھ تذکرہ "چمنستان شہر" مولف اسے بھی نرائی شفیق پیشکار نظام  
الملک آصف جاہ۔ شاگرد میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ ۱۱۷۵ھ میں لکھا گیا۔

اس کا صرف ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود تھا جس کو حال میں انجمن  
ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے چھاپ کر شائع کر دیا ہے۔ یہ تذکرہ میں مذکور



وہاں رہے۔ بالاخر نواب علی وردی خاں شہادت جنگ کے بھتیجے  
نوازش محمد خاں شہادت جنگ کے حب طلب یہ پھر دلی سے  
مرشد آباد آئے۔ اور کچھ دنوں فارغ الہائی سے بسر کر کے ۱۱۷۹ھ  
میں وہیں انتقال کیا۔ ایک دیوان فارسی ان کی یادگار ہے  
اردو میں تو یہی ساقی نام نہایت مشہور ہے۔ جس کا کچھ انتخاب  
اس مقام پر مذکور ہے ۵

ارے ساقی لے جاں فصل بہار یہی تھا ہمارا و تیسرا قرار  
مرے عیش کا دفتر اتر نہ کر قیامت کو مجھ پر مکر نہ کر  
تجھے جان گل کے لہو کی قسم تجھے باغ کے رنگ و بو کی قسم  
کہ اس سرکشی سے نہ کر پائمال مرے خون کو اپنے اوپر حلال  
لگی ہے ہی مجھے پیاس اباگ کی گلو گیر ہے تشنگی راگ کی  
شیخ محمد عابد دل

دل تخلص۔ شیخ محمد عابد نام۔ وطن عظیم آباد۔ شیخ محمد روشن  
جوشش کے بڑے بھائی تھے۔ نواب علی ابراہیم خاں خلیل  
لکھتے ہیں کہ ۱۱۹۳ھ میں انہوں نے اپنا کلام مرشد آباد میں بھیجا تھا  
تاکہ تذکرہ ”گلزار ابراہیم“ میں درج کیا جائے۔ ان کے کلام کا  
انتخاب یہ ہے ۵

گریا رنے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا۔ اب تک دل مضطر نے کیا کیا نہ کیا تھا  
دل میں ہائے عشق کا جو درد ہو چکا چہرے کا میرے رنگ ہی زرد ہی ہو چکا  
تجھے تو حکم ضبط نالہ و فریاد ہوتا ہی پر اس بیابان کے حق میں کیا ارشاد ہوتا  
نالے ہی سدا بھر بد دل عمر کے بھر نہیں اس نزع میں ہم تجھ بن جیتے ہیں نہ عمر نہیں  
دوستی۔ غلام محمد۔ بہار کے رہنے والے۔ کچھ دنوں مرشد آباد

میں بھی مقیم تھے۔ اور وہیں مولف ”گلزار ابراہیم“ سے ان سے  
طلاقات ہوئی۔ بقول مولف موصوف عاشق مزاج تھے۔ نمونہ کلام ۵  
کافر ہو جس گل میں تری آرزو ہو کس کام کی زباں کہ تری گفتگو نہ ہو  
راغب۔ محمد جعفر خاں۔ نواب لطیف اللہ خاں پانی پتی کے  
بھتیجے تھے۔ عظیم آباد میں اگر بہ حالت غربت بسر کرتے تھے۔ زیادہ تر  
فارسی اشعار سے راغب تھے ۵

راغب کو کوئی ڈھونڈھے کوچہ میں ذرا اوس کے

وہ سوختہ دل بارے شاید کہ وہاں ہوگا

رستم۔ رستم علی خاں۔ مخاطب بہ احتشام الدولہ عرف  
نواب بہادر۔ گو یہ عظیم آباد کے نہ تھے۔ مگر ایک عرصہ تک مرشد آباد  
و عظیم آباد میں رہے۔ نواب سعادت علی خاں کے ہمراہ آئے تھے  
پھر ۱۱۹۳ھ میں بنارس چلے گئے ۵



گریا رنے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا۔ اب تک دل مضطر نے کیا کیا نہ کیا تھا  
 دل میں ہائے عشق کا جو درد ہو چکا ہے چہرے کا میرے رنگ ہی زرد ہو چکا ہے  
 مجھے تو حکم ضبط ناز و فریاد ہوتا ہے پر اس بیابان کے حق میں کیا ارشاد ہوتا ہے  
 نالے ہی سدا بھر دل عمر کے بھر نہیں رہیں نئے میں ہم تجھ بن جیتے ہیں نہ عمر میں  
 دوست۔ غلام محمد۔ بہار کے رہنے والے۔ کچھ دنوں مرشد آباد  
 میں بھی مقیم تھے۔ اور وہ ہیں مولف ”گلزار ابراہیم“ سے ان سے  
 ملاقات ہوئی۔ بقول مولف موصوف عاشق مزاج تھے۔ نمونہ کلام یہ  
 کافر ہو جس کی دل میں تری آرزو نہ ہو۔ کس کام کی زباں کہ تری گفتگو نہ ہو  
 راجب۔ محمد جعفر خاں۔ نواب لطیف اللہ خاں پانی پتی کے  
 بھتیجے تھے۔ عظیم آباد میں اگر بہ حالت غزیت بسر کرتے تھے۔ زیادہ تر  
 فارسی اشعار سے راجب تھے۔

راجب کو کوئی ڈھونڈھے کوچہ میں ذرا اوس کے  
 وہ سوختہ دل بارے شاید کہ وہاں ہوگا

رستم۔ رستم علی خاں۔ مخاطب بہ احتشام الدولہ عرف  
 نواب بہادر۔ گویہ عظیم آباد کے نہ تھے۔ مگر ایک عرصہ تک مرشد آباد  
 و عظیم آباد میں رہے۔ نواب سعادت علی خاں کے ہمراہ آئے تھے  
 پھر ۱۱۹۳ھ میں بنارس چلے گئے۔

شریک حال میرا غم ہی میرا وہی مونس وہی ہدم ہو میرا  
 رقتا۔ میر محمد رضا۔ خلف الرشید میر جمال الدین حسین  
 جمال عظیم آبادی۔ میر حبیب اللہ کے قرابت مند تھے۔ اس زمانے  
 میں ان کا شمار نوشقوں میں تھا۔ میر ضیا کے شاگرد تھے۔  
 روتا پھرتا ہی تباہ پھرتا ہی کہہ رقتا ہے تو کس پرتا ہو  
 رفعت۔ شیخ محمد رفیع۔ اصل وطن الہ آباد تھا۔ مگر ایک  
 مدت سے عظیم آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ نواب میر  
 قاسم علی خاں عالی جاہ کی سرکار میں بڑے اعتبار کے ساتھ عہدہ مالی  
 سرفراز تھے۔

اتنی داد میرے قل کی اٹھا دینا کہ ہونہ حشر میں قائل کوخوں بہا دینا  
 زملہ۔ شاہ حمزہ علی۔ وارستہ مزاج۔ خوش رو جوان  
 تھے۔ ابتدا میں سپاہیوں کے زمرہ میں ملازم تھے۔ آخر ترک علاقے  
 کر کے درویشی اختیار کی۔ کٹل پوش۔ فگوت بند۔ برہنہ سر۔ ننگے پاؤں  
 ایک مدت تک مرشد آباد کی گلیوں میں ادھر ادھر مارے پھرتے تھے  
 پھر ۱۱۹۳ھ میں عظیم آباد چلے آئے۔ شاہ ارزاں کی درگاہ میں رہنے  
 لگے۔

ہائے کس کس تپیں ٹپ کے ہم یاد کریں غم بھنوں کریں یا ماتم فراد کریں



قوافی وغیرہ کی شریں۔ جلد ۵۵ کتابیں ان کی تصنیفات سے تھیں چنانچہ خود فرماتے ہیں ۵

کنون تالیف من پنجاہ و پنج ست کہ حاصل گشتہ از بسیار بنج ست  
یہ سب کتابیں عظیم آباد میں مستند تسلیم کی جاتی تھیں مان کے علاوہ  
ایک مثنوی اور دو دیوان ردیف وار مرتب تھے۔ ایک میں سعد تخلص  
اور دوسرے میں غالب۔ نمونہ کلام یہ ہے ۵

اے شدہ شہر بخوشروئی و نازک بینی لب میگوں تو باشد جو عقیقہ یمن  
ہرگز از شرم نہ گفتی سخن با عاشق غنچہ در باغ خود اسی تو بانی دہنی  
سلیم۔ میر محمد سلیم۔ انہوں نے ایک سانچہ عجیب کے متعلق  
ریختہ میں ایک مثنوی بھی لکھی تھی۔ نواب علی ابراہیم خاں کے آشنائے  
سندھ میں رحلت کی ۵

دو رفیق اپنے جو تھے عشق میں دونوں بگڑے نہ دل اب ہاتھ میں نے دیدہ تیرا تھہرے  
شاقی۔ امین الدین۔ متوطن دہلی۔ مقیم عظیم آباد۔ معاصر سوجا  
مت زخم دل مرے کو کوئی القیام دو ظالم کو بلکہ زخم دگر کا پیام دو  
شاگر۔ میر یحییٰ۔ باشندہ عظیم آباد۔ نمونہ کلام ۵ رباعی  
گر آہ مرا اثر نہا شد چہ غم ست وز حال منش نہر نہا شد چہ غم ست  
شاگر تو دوست شکوہ داری فریاد فریاد سے اگر نہا شد چہ غم ست

شاہ۔ میر شاہ قلی خاں۔ جوان زیبا۔ دہلی سے آئے  
مرشد آباد میں بہ حال پریشاں وارد تھے۔ نواب سراج الدولہ کی  
تہا ہی کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ پھر نواب قاسم علی خاں عالی جاہ کے  
عہد میں بہ سلسلہ ملازمت عظیم آباد آئے۔ جب نواب مذکور کا شیرازہ  
بھی درہم برہم ہو گیا تو یہ دکن چلے گئے اور وہیں انتقال کیا ۵

کیا مری آہ کیا صنم کی نگاہ ایک ترکش کے تیر ہیں یا اللہ  
شہر۔ مرزا ابراہیم۔ عظیم آباد کے قدیم مسلم المشہور  
شہر میں ہیں۔ میر محمد عظیم تحقیق کے شاگرد تھے۔ نمونہ کلام ۵  
سامعان گانہ فقط سننے سے دم رکنا ہو سرگزشت اپنی جو لکھے تو قلم رکٹے  
شورش۔ شاہ آیت اللہ۔ متوطن پھلواری متصل

عظیم آباد۔ خلف الصدق و جانشین مولانا شاہ محمد مخدوم۔ شاہ علی  
اپنے والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ صاحب دیوان تھے ۵  
گردش چشم تباں گردش ہام ست اینجا غیر ازین بادہ دگر بادہ حرام ست اینجا  
گر بند ملا یک ہمہ بر حالت شورش گر نیم شبے آہ بہ گردوں رود ازول  
میر غلام حسین شورش

شورش تخلص۔ میر غلام حسین نام عرف میر بھینا عظیم آباد کے  
رہنے والے۔ ملا میر وحید کے بھانجے تھے۔ شاعری میں میر باقر حنیف سے



شاہ - میر شاہ قلی خاں - جوان زیبا - دہلی سے آئے  
مرشد آباد میں بہ حال پریشاں وارد تھے - نواب سراج الدولہ کی  
تماہی کے بعد لکھنؤ چلے گئے - پھر نواب قاسم علی خاں عالی جاہ کے  
عہد میں بہ سلسلہ ملازمت عظیم آباد آئے - جب نواب مذکور کا شیرازہ  
بھی درہم برہم ہو گیا تو یہ دکن چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔

کیا مری آہ کیا صنم کی نگاہ ایک ترکش کے تیرہا بائد  
شہر - مرزا ابراہیم - عظیم آباد کے قدیم مسلم البتوت  
شہر میں ہیں - میر محمد عظیم تحقیق کے شاگرد تھے - نمونہ کلام -

سامعان کا نہ فقط سننے سے دم رکنا ہو سرگزشت اپنی جو لکھے تو قلم رکنا ہے  
شورش - شاہ آیت اللہ - متوطن بھلوا ری متصل  
عظیم آباد - خلف الصدق و جانشین مولانا شاہ محمد مخدوم - شاہ محمد  
اپنے والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے - صاحب دیوان تھے -  
گردش چشم تباں گردش جام ستانجا غیزا زین بادہ و گربادہ حرام ستانجا  
گریند ملا یک ہمہ بر حالت شورش گر نیم شبے آہ بہ گردوں رودانول  
میر غلام حسین شورش

شورش تخلص - میر غلام حسین نام عرف میر بھینا عظیم آباد کے  
رہنے والے - ملا میر وحید کے بھانجے تھے - شاعری میں میر باقر حیرانی سے

مشورہ سخن کیا تھا - نواب علی ابراہیم خاں مولف تذکرہ "گلزار ابراہیم"  
نے لکھا ہے کہ یہ میر سے دوستوں میں ہیں - اپنی شاعری کا بہت غور رکھتے  
ہیں .... اور انہوں نے جو ایک تذکرہ شہر اسے ریختہ کار ریختہ میں لکھا ہے  
وہ بھی بہ سبب ان کی خود پسندی کے قیاحتوں سے خالی نہ تھا۔

۱۰ گلزار ابراہیم و گلشن ہند تذکرہ شورش

۱۱ شہر اردو کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ دکن کی قدیم ترین شہر لوسسی قطع نظر کتنی رعام قیم اردو  
پر جس پہلے فضلی دکنی نے "شہرہ" میں ایک کتاب "دہ مجلس" کے نام سے کسی فارسی کتاب سے  
ترجمہ کی تھی - فضلی کی وہ مجلس کی عبارت کا نمونہ تذکرہ "اب حیات" اور "جلوہ نضر" وغیرہ  
میں موجود ہے اس مقام پر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں - پھر اس کے بعد احمد شاہ بادشاہ کے  
حکم سے میر محمد حسین کلیم دہلوی نے (جو میر محمد تقی میر کے بہنوئی تھے) محی الدین ابن عربی کی مشہور  
کتاب "فصوص الحکم" کا ترجمہ کیا تھا - اور اس کے علاوہ ایک رسالہ "عروض قافیہ" میں اور ایک اور  
کتاب بھی شہر اردو میں لکھی تھی جس کا حسب بل فقرہ احمد شاہ بادشاہ کے نابینا کے جانے کے  
باب میں میر حسن نے اپنے تذکرہ میں نقل کیا ہے۔

کل کے دن تھے بادشاہ اور وزیر کچ کے دن اندھے ہو بیٹھے بصیر

ایسی دولت سے زیر تہا زینہا فاعتبار وایا اولی الالبصار

گو اس کتاب کا سنہ تالیف معلوم نہیں - لیکن اس امر کو پیش نظر رکھ کر کہ احمد شاہ  
بادشاہ ۱۱۱۱ھ میں تخت نشین ہوا - اور ۱۱۱۶ھ میں قید کر کے کھول کیا گیا۔



تانا خان کو سمجھتے تھے اور جب اس کو جان کا خطرہ ہوا تو حضرت کچھ مدت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ لوگ تخطو و بالی وجہ سے دیوانہ ہو رہے ہیں اور مجھے قتل کی دہکیاں دی جا رہی ہیں آپ نے فرمایا میں خود جا کر ان کو تسلی دوں گا ابھی تمہاری سفارت کے جواب کا وقت نہیں آیا میں ان کو مزید ایک یا دو روز کے لئے صبر کے ساتھ انتظار کرنیکی تلقین کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس اثنا میں جواب آجائے گا۔ اگر یہ ہماری حسب خواہش ہوا تو تشویش کی کوئی وجہ نہیں اگرنا موافق ہوا تو اس وقت غور کر کے فوری اور فیصلہ کن تدبیر اختیار کی جائیگی۔

آخر آپ نے بازار میں جا کر اہل شہر کے سامنے ایک تقریر کی لوگ ان کو دلی کمال سمجھتے تھے اور ان کی باتوں کو الہام کی طرح توجہ سے سنتے تھے چنانچہ ان کی نصیحت سنکر وہ تالہ و لکا کر کے سکون کے ساتھ تانہا خاں کے جواب میں بابر کے فرمان کا انتظار کرنے لگے۔ الغرض بابر کی فوج سے خفیہ راستہ سے سامان رسد اندر بھیجا گیا اہل قلعہ کو سکون خاطر نصیب ہوا اور تانا خان (تازہ دم ہو کر دشمن پر شیخون مار کر کچھ غنیمت و رسد حاصل کی باشندگان کو الیر کا عام خیال تھا کہ اگر مغل فوج دشمن کو شکست دیدے تو قلعہ ان کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ بابر کی حکومت ہر دغیر تہی اور گرد و نواح کے تمام حکمران اس سے خائف تھے اس کے جنگی کارناموں کا آوازہ قوی ہو کر لڑہ بر اندام کر دیتا تھا اس کی دوستی ایک رحمت تھی اور اس کی دشمنی ایک زحمت الغرض اس عارضی فتح سے تانا خان کی نیت بہر بدل گئی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا حضرت ہم نے مدد مانگنے میں جلدی کی ورنہ ان دشمنوں پر تدبیر صائب سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے آپ نے سمجھایا کہ تم عارضی کامیابی سے

بر خود غلط ہو جاتے ہو لیکن یقین کر لو اگر تم احتیاط نہیں کرو گے تو ایک لمحہ کی فوری کامیابی وہ کام کرسے گی جو ایک چنگاری بارود پر کیا کرتی ہے۔ اب تم کو عہد کے خلاف چلنا مناسب نہیں۔ بددیانتی کسی حالت میں اچھی نہیں ہوتی تم کو سیفر بھیجنے سے قبل ہی اس کا فیصلہ کر لینا تھا لکن تم صرف اپنے آرام و عیش کی خاطر رفاہیت عامہ کا خیال ترک کر دے تو قابل وقعت نہیں رعایا کو بھی اپنی جانیں عزیز ہیں۔ اخلاقاً ان کو خطرہ میں ڈالنے کا تم کو کیا حق ہے تم نے مجھے مشورہ طلب کیا اور میں نے صاف دلی سے سمجھا دیا ہے کہ اگر اب کی دفعہ بھی بدعہدی ہوئی تو اس کے نتیجہ کے ذمہ دار تم خود ہو گے تانا خان اس گفتگو سے رنجیدہ تو ضرور ہوا لیکن خاموش چلا گیا اور بابر کی فوج نے ایک فیصلہ کن جنگ کے بعد محاصرین کو فرار پر مجبور کیا۔ دوسرے دن مغل سردار نے شرائط کی بجا آوری چاہی جس پر تانا خان نے حیلہ حوالہ کر کے انکار کر دیا مغل سردار نے دوبارہ پیام بھیجا کہ ممکن ہے دشمن باہر سے حملہ کر دے لہذا فوج کو قلعہ کے قریب اترنے کی اجازت ہو اور میں نے حضرت شیخ محمد غوث کے علم و فضل کا بڑا شہرہ سنا ہے لہذا ان سے ملنے کی اجازت بھی ہو تانا خان نے دونوں باتیں منظور کر لیں اندر حضرت نے نہایت پُر تکلف دعوت کا سامان کیا۔ قلعہ کے سردار بھی مدعو کئے گئے مغل سردار کے ہمراہ فوج بھی اندر آگئی۔ مغل سردار خود شہنشاہ بابر تھا۔ جب تانا خان کو یہ معلوم ہوا تو سوا خاموشی کے کیا چارہ تھا لیکن بقول صاحب تالیخ فرشتہ بابر نے سلک امرا میں مسلک کر دیا۔ ملخصاً از رسالہ عالمگیر جنت آشیانی شہنشاہ ہمایوں کو حضرت شیخ محمد غوث اور آپ کے بڑے بھائی حضرت شیخ فرید الدین احمد عرف شیخ بہلول سے سید عقیدت تہی حضرت شیخ بہلول حضرت



بھول کر بھی کبھی نہ یاد کیا ہم ترے جی سے ایسے بھول گئے

طیال - شاہ نور الحق - شاہ عبدالحقؒ کے صاحبزادے اور

حضرت تاج العارفین پیر حبیب اللہؒ کے پوتے تھے ۱۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۶۳ھ میں سجادہ عمادیہ (پھلواری) پر متمکن ہوئے۔ اور

وظائف کے مختلف رسائل کے ماسوا فارسی کے دو کلیات ضخیم آپ کی تصانیف سے ہیں۔ ایک بیاض ضخیم اردو مرثی کی ہے۔ کلام اردو کا

نمونہ یہ ہے۔

عقل والوں سے جو سنتا ہر فساد تیرا پیٹھ پھیرے ہوئے ہنتا ہر دوان تیرا

عاشق - خواجہ علی اعظم خان خاں خواجہ محمدی خاں (رسالہ دار

نواب قاسم علی خاں عالی جاہ) حضرت شاہ رکن الدین عشق عرف شاہ گھیسٹا کے مرید اور شاگرد تھے۔ نواب علی ابراہیم خاں سے بھی ربط تھا۔

آخر عمر میں ترک دنیا کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ تقریباً ۱۱۹ھ میں انتقال کیا۔

روز و شب یا رے ملا کیجئے چین اس پر نہ ہو تو کیا کیجئے

۱۵ مولف ”یادگار عشق“ لکھتے ہیں کہ ”اسی مضمون کو حضرت شاد (عظیم آبادی) نے بھی نظم فرمایا ہے۔

کہتے ہیں اہل ہوش جب اخلاص آپ کا سنتا ہر اور ہنتا ہر دیوانہ آپ کا

مہاراجہ کلیان سنگھ بہادر عاشق

المخاطب بہ انتظام الملک ممتاز الدولہ تہو ر جنگ - قوم کا ایستہ

سکینہ - خلف الرشید ممتاز الملک مہاراجہ شتاب رائے بہادر منصور جنگ

وطن اصلی دہلی تھا۔ ان کے والد نے حضرت شاہ عالم بادشاہ سے سند

دیوانی حاصل ہونے کے بعد سے عظیم آباد میں اقامت اختیار کی۔ اور

کلکتہ میں سرکار کمپنی بہادر کی طرف سے خطاب مہاراجگی کے ساتھ

منصب نظامت صوبہ بہار سے سرفراز ہوئے۔ اگرچہ یہ بھی اپنے

باپ ہی کے مانند مجمع کمالات تھے۔ لیکن راحت طلب اور عیش پسند

ہونے کے باعث اس خدمت جلیلہ پر اون کی جانشینی سے جی چرا کر

صہبائے لعل رنگ اور معشوقان شوخ و شنگ کے ساتھ زندگی بسر

کرتے رہے۔ سوائے فکر شعر کے اور کسی درد سر کو مول نہ لیا۔ جہاں سال

فرزند کنورد دولت سنگھ بہادر نام ان کی حیات ہی میں قضا کر گیا تھا

راجہ بھوپ سنگھ اسی کے نواسے تھے۔

عاشق نے تہتر سال کی عمر میں ۱۲۰ھ میں انتقال کیا

اور ۳۳ سوال کو کلکتہ میں لب دریا ان کی خاکستر فنا ہوئی۔ ایک یون

اور شبنوی مسمی بہ ”زیبا“ و ”حبیب الیسر“ اور مدح المہ اطہار علیہ السلام میں دس ہزار ابیات یادگار چھوڑے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔



مہاراجہ کلیان سنگہ بہادر عاشق

المخاطب بہ انتظام الملک ممتاز الدولہ تہور جنگ - قوم کا ایستہ  
سکینہ - خلف الرشید ممتاز الملک مہاراجہ شتاب رائے بہادر منصور  
وطن اصلی دہلی تھا۔ ان کے والد نے حضرت شاہ عالم بادشاہ سے سند  
دیوانی حاصل ہونے کے بعد سے عظیم آباد میں اقامت اختیار کی۔ اور  
کلکتہ میں سرکار کمپنی بہادر کی طرف سے خطاب مہاراجگی کے ساتھ  
منصب نظامت صوبہ بہار سے سرفراز ہوئے۔ اگرچہ یہ بھی اپنے  
باپ ہی کے مانند مجمع کمالات تھے۔ لیکن راحت طلب اور عیش پسند  
ہونے کے باعث اس خدمت جلیلہ پر اون کی جانشینی سے جی چر کر  
صہبائے لعل رنگ اور معشوقان شوخ و شنگ کے ساتھ زندگی بسر  
کرتے رہے۔ سوائے فکر شعر کے اور کسی درد سر کو مول نہ لیا۔ جوان سال  
فرزند کنور دولت سنگہ بہادر تمام ان کی حیات ہی میں فضا کر گیا تھا  
راجہ بھوپ سنگہ اسی کے نواسے تھے۔

عاشق نے تہتر سال کی عمر میں ۱۸۲۷ء میں انتقال کیا  
اور سرشوال کو کلکتہ میں لب دریا ان کی خاکسٹر فنا ہوئی۔ ایک یون  
اور شہنوی مسمیٰ بہ ”زیبا“ و ”حبیب الیسر“ اور مدح ائمہ اطہار  
علیہ السلام میں دس ہزار ابیات یادگار چھوڑے۔ نمونہ کلام یہ ہے

نالال ز غم فرقت مہ پارہ خویشم آوارہ دشت از دل آوارہ خویشم  
با حسن پر تیرا تدارم سروکار سے در آئینہ مشغول بہ نظارہ خویشم  
ساقی نبود حاجت من با منے نایت بخود ز نگاہ بت میخوارہ خویشم  
بچایا ہوجگر نے حشر کا سا شو پہلو میں مگر دیکھا ہوجر یہ حال دل رنج پہلو میں  
حاصی - محمد علی خاں - خلف نواب ہدایت اللہ خاں دہلوی نمبر  
عزت الدولہ شیر افکن خاں - ترک وطن کر کے عظیم آباد میں اقامت  
اختیار کی تھی۔ کتاب موسوم بہ ”تالیف محمدی“ جس میں ابتدائے  
خلقت سے جلوس شاہ عالم بادشاہ کے زمانے تک کی تاریخ بیان  
کی گئی ہے۔ ان کی تالیف سے تین جلدوں میں ہے۔ ۵

باز در عشق بتے دل شدہ شیدا چہ کتم کار با سنگ دل افتاد خدا یا چہ کتم  
عزیز - عزیز اللہ - خلف ملا مبارک - جو نواب زیب النسیا  
کے آخوند تھے۔ عظیم آباد میں قیام تھا۔ علم منطق میں بہت مہار  
حاصل تھی۔ نمونہ کلام یہ ہے ۵

ساقی خوش چشم مارا مونس مجلس کنید از نگاہش بزم را گلہ سہ تر گس کنید  
خورشید طشت آتش و خاکستر ست صبح  
گردوں تمام سوختہ این برق آہ کیست



اور مرزا علی لطف و غیرہ اکثر تذکرہ نویس اس امر کے متعلق متفق ہیں کہ حضرت عشق موصوف "ایام شباب میں شاہجہاں آباد سے

(نوٹ بقیہ صفحہ ۳۲) علی ابراہیم خاں کے مشناسا اور نواب قاسم علی خاں کے متوسلین میں تھے۔ اس لئے اس زمانے کے کچھ تاریخی حالات اس مقام پر بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

وانح ہو کہ ناظم بنگالہ نواب علی وردی خاں بہا بہت جنگ نے ۱۷۵۶ء مطابق ۱۱۶۹ھ میں انتقال کیا۔ اور ان کے نوجوان نواسے مرزا محمود عرف نواب سراج الدولہ مستند نظامت پر متمکن ہوئے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں ان کے قرابت مند نواب میر جعفر علی خاں کی ساز باز سے سراج الدولہ نے ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کے میدان میں انگریزوں سے شکست کھائی۔ اور بعد کو مارے گئے۔ جس کی تفصیل تواریخ میں موجود ہے۔ اس زمانے میں انگریز "ایسٹ انڈیا کمپنی" قائم کر کے ملک میں تجارتی کاروبار رکھتے تھے۔ پلاسی کی اس فتح سے ہندوستان میں برٹش سلطنت کی بنیاد پڑی۔

فی الجملہ اس فتح کے بعد ۲۵ جون ۱۷۵۷ء کو انگریزوں کی مدد سے میر جعفر ناظم بنگالہ مقرر ہوئے۔ اسی زمانے میں کچھ دنوں کے بعد شاہ عالم بادشاہ نے بنگالہ کی تسخیر کے ارادہ سے صوبہ بہار پر حملے شروع کر دیے تھے اور عظیم آباد کا محاصرہ کیا تھا۔ شاہ عالم کی مدد کو خادم حسین حاکم پورنہر چھ سات ہزار فوج

مرشد آباد آئے۔ اور خواجہ محمدی خاں کے ساتھ ایک مدت تک ایام حیات بعزت تمام بسر لائے۔ اس لئے تذکرہ یادگار عشق میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۳) لیکر گدگا کے کنارے کنارے پلٹنے کے سامنے حاجی پور تک پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ میر جعفر خاں کے بیٹے صادق علی خاں عرف میرن اور راجہ شتاب رائے فوج لیکر اس کی مدافعت کو روانہ ہوئے۔ بارش کا موسم تھا۔ رات کو

موسلا دھار پانی برس رہا تھا۔ میرن اپنے خیمہ میں چار پائی پر لیٹا ہوا۔ خدشہ کا پاؤں چپ کر رہا تھا اور داستان گو کہانی کہہ رہا تھا کہ دفعۃً اس خیمہ پر بجلی گری۔ اور یہ تینوں اوس جگہ ٹھٹھے ہو کر رہ گئے۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

دیر کے بعد جب پہرہ بدلا اور دوسرا خد متگارا آیا تو اس نے ان تینوں کو مردہ پا کر چند خاص لوگوں کو اطلاع دی۔ دیکھا گیا تو میرن کے سر میں کئی جگہ سوراخ ہو گئے تھے۔ بہر حال انگریزوں نے ہوشیاری سے میرن کی موت کو فوج کے

لوگوں سے چھپا رکھا۔ اور ایک ہاتھی پر میرن کی لاش کو رکھ کر مرشد آباد روانہ کر دیا۔ میرن کے ظلموں کی داستان "میر المتاخرین" کی جلد دوم صفحہ ۶۸۹

میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اس مقام پر اس کے اعادہ کی گنجائش نہیں۔

میرن پر بجلی گرنے کے بعد۔ نواب میر قاسم علی خاں کو جو میر جعفر خاں کے داماد تھے۔ ناظم بنگالہ ہونے کا عہدہ سنبھال دیا ہوا۔ میر جعفر کی بد نظمیوں سے فوج کی تنخواہیں ہسٹوں سے باقی چلی آتی تھیں۔ میر قاسم علی خاں نے تین لاکھ روپے



جو حضرت عشق کی عمر سو برس قرار دیکر ان کا سال ولادت ۱۱۰۳ھ متعین کیا گیا ہے وہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴) اپنے پاس سے دیکر سب کی تنخواہیں ادا کر دیں۔ اور کلکٹ جاکر انگریزوں کو اپنا طر فدار بنایا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ میر جعفر کو اتار کر میر قاسم علی خاں مسند نظامت پر متمکن ہوں۔ چنانچہ میر قاسم کلکتہ سے مرشد آباد کو روانہ ہوئے تو اپنے وزیر علی ابراہیم خاں کو لکھ بھیجا کہ فوج تیار رکھے۔ وزیر موصوف نے اپنی سلیقہ شعاری اور کارگزاری سے امید سے بڑھ کر بندوبست کیا۔ میر جعفر معزول اور میر قاسم علی خاں ناظم بنکا لہ ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے بھی ”حالی جاہ“ کا خطاب عطا ہوا۔ یہ سنہ ۱۱۶۷ھ کا واقعہ ہے۔

میر قاسم نے ابتدا میں بہت بیدار مغزی سے کام لیا۔ اور اسی کے ساتھ علی وردی خاں اور میر جعفر وغیرہ کی تمام محلات کے لاکھوں روپے کے زیورات و جواہرات بھی اپنے قبضہ میں کر لئے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں ان کی انگریزوں سے بگڑی۔ میر جعفر کو آسانی کے ساتھ معزول کر دیئے۔ انگریزوں کو اپنی طاقت کی آزمائش ہو چکی تھی۔ انہوں نے پھر میر جعفر کو مسند نظامت پر متمکن کیا۔ نوبت یہ جنگ پہونچی۔ میر قاسم نے مونگیر کو اپنا دار السلطنت قرار دیا تھا۔ جب انگریزی فوجیں مرشد آباد سے مونگیر کی طرف روانہ ہوئیں تو میر قاسم نے مونگیر سے بھاگتے وقت اپنے تمام قیدیوں کو جن میں اوس کے بعض عزیز اور

میر قاسم علی خاں کی فوج میں ان کی ملازمت ۱۱۷۲ھ (یعنی میر قاسم علی خاں کے سال مسند نشینی) سے پیشتر واقع نہیں ہو سکتی اور اگر سنہ ۱۱۷۲ھ سال ولادت صحیح سمجھا جائے تو اس حساب سے ان کا سن اس وقت (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵) نامور شرفا تھے سب کو قتل کر دیا۔ اور راجہ رام نرائن کے گھر میں مٹھاریت سے بھر کر ٹھکایا اور گنگا میں ڈبوایا۔ اس کے بعد ٹپنہ لے اور یہاں دونوں انگریزوں کو جو اون کی قید میں تھے سب کو قتل کر دیا۔ یہ ۳ اکتوبر ۱۱۶۳ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے فوراً ہی بعد ۶ نومبر ۱۱۶۳ھ کو انگریزی فوج ٹپنہ پہونچ کر میر قاسم کو شکست دی۔ اس شکست کے ساتھ ہی میر قاسم کے اقبال کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں سے بھاگتے ہوئے جب میر قاسم صوبہ بہار کی آخری سرحد کرم ناسہ ندی کے پار ہوئے اوس وقت شاہ عالم بادشاہ اور نواب شجاع الدولہ صوبہ دارا ودھالہ آباد میں تھے۔ شجاع الدولہ بہت منجھلے واقع ہوئے تھے۔ میر قاسم سے خط و کتابت پہلے سے ہو رہی تھی۔ بالآخر اس شرط پر کہ آج کی تاریخ سے گیا رہ لاکھ روپیہ ماہوار میر قاسم بطور خرچہ جنگ دینا منظور کریں۔ شجاع الدولہ نے شاہ عالم اور میر قاسم کو ساتھ لیکر صوبہ بہار پر حملہ کرنے کی ٹھانی۔ ۳ جون ۱۱۶۳ھ کو ٹپنہ کے قریب انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا۔ جس میں شجاع الدولہ کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد شجاع الدولہ نے یکسر میں پھر حملہ کی



یعنی ۱۷۳۷ء میں اکھتر سال قرار پاتا ہے۔ پس یہ امر کس قدر خلاف قیاس ہے کہ ایک ستر بہتر برس کے بوڑھے کو جس نے عمر بھر میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۶) تیاریاں شروع کیں۔ اور برسات نکل جانے کے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۷۴۲ء کو دوبارہ بکسر میں جنگ ہوئی۔ جس میں پھر شجاع الدولہ کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں شجاع الدولہ نے ہوشیاری اور پیش بندی سے عقب میں ندی کا پل توڑ دیا تھا۔ جس سے میر قاسم کا خزانہ اور دو تین کروڑ کی قیمت کے جواہرات اور زیورات لٹ جانے سے بچا لیا۔

فی الجملہ اس شکست کے بعد شجاع الدولہ نے گیارہ لاکھ روپیے ماہوار کے حسابے خرچ جنگ کا میر قاسم علی خاں سے مطالبہ شروع کیا۔ جس کے جواب میں ان کے وزیر علی ابراہیم خاں نے نواب موصوف سے استدعا کی کہ میر قاسم کو مرشد آباد جا کر روپے وصول کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر یہ درخواست نامنظور ہوئی۔ پھر شجاع الدولہ نے بادشاہ کی طرف سے نظامت بنگالہ کے خراج کے بقایا کا تقاضا شروع کیا۔ پھر علی ابراہیم خاں اس گفتگو کے لئے بھیجے گئے کہ اب مجھے مقدور نہیں ہے قصہ مختصر یہ رنگ دیکھ کر علی ابراہیم خاں نے میر قاسم کو صلح دی کہ یا تو زور مطلوبہ ادا کیا جائے یا درویشی کا سانگ بھرا جائے۔ روپیہ دینا تو مشکل تھا۔ بالآخر علی ابراہیم خاں کی صلح سے میر قاسم اور کل ملازموں نے گیر وے کپڑے پہن کر فقیرانہ وضع اختیار کی۔ تو خود نواب وزیر میر قاسم کے پاس آئے اور سمجھا کر باا

کبھی فوجی خدمت نہ کی ہو۔ اور نہ اس کے آیا و اجداد نے اس کو اس کے لائق کوئی خدمت نہ دیکر۔ سپاہیوں کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) درویشی اُتر دیا۔ اس کے بعد شجاع الدولہ کے لشکر نے میر قاسم کے خیموں کا محاصرہ کر لیا۔ اور میر قاسم کو ایک ہاتھی پر بٹھا کر کسی جائے معہود میں قید کر دیا۔ اور کل جواہرات اور زیورات وغیرہ کروڑوں روپے کے اپنے قبضے میں کر لئے۔ تاہم میر قاسم نے پہلے سے کچھ جواہرات قیمتی اُڑا کر روہیل کھنڈ کی طرف جمع دیئے تھے۔ جو شجاع الدولہ کی دست برد سے محفوظ رہے۔ یہ ۱۷۴۳ء کے واقعات ہیں۔

انگریزوں نے اس فتح کے بعد ہر چند چاہا کہ میر قاسم کو ادن کے حوالے کر دیا جائے مگر شجاع الدولہ نے اس شرط کو کسی طرح منظور نہ کیا۔ اور اس کے بعد میر قاسم کسی طرح شجاع الدولہ کی قید سے نکل کر کسی اور جگہ پناہ گزین ہو گیا۔ اور ادھر ادھر مارے پھرنے کے بعد۔ بہ حالت غربت و عمرت اس نیا انتقال کیا۔ اسباب میں ایک پیرانی شال رہ گئی تھی جس کو بچکر اس کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ مگر علی ابراہیم خاں کے تعلقات اور آمدورفت عظیم آباد اور مرشد آباد میں بدستور جاری رہی۔ حتیٰ کہ لارڈ ہسٹنگ گورنر جنرل نے ان کو عدالت دیوانی ضلع بنارس کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا اور لارڈ کلرک نوائس کے عہد میں یہ وہاں کے گورنر بھی رہے۔

اس قیام بنارس کے زمانے میں یہ سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر تالیف و



زمرہ میں نوکر رکھا جائے۔ اور ایک ہزار سوار کی افہری کے ساتھ  
قوجی خدمت پر مامور کیا جائے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸) تصنیف میں مصروف ہوئے۔ ان کی ادبی و تاریخی تالیفات  
حسب ذیل ہیں :-

۱۔ ”گلزار ابراہیم“ شعرائے ریختہ کا تذکرہ ہے۔ اس کی تالیف ۱۱۵۳ھ سے شروع  
ہوئی اور ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۲ء میں اس کی تہذیب سے فراغت ہوئی۔

۲۔ ”صحف ابراہیم“ شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے۔ ۱۱۹۵ھ میں مرتب ہوا جس کا  
اس تاریخ سے ظاہر ہے۔

چوتھا تاریخ اتمام حجت زبانتہ ”بگشا بگو“ نفع بخش زمانہ  
۳۔ ”خلاصۃ الکلام“ اور فارسی شہر کا تذکرہ جنہوں نے مثنویاں لکھی ہیں  
۴۔ ”وقائع جنگ مرہٹہ“ لارڈ کلرک نولس کے عہد میں ۱۱۹۵ھ میں لکھا گیا۔ اس  
میں ۱۱۹۵ھ سے ۱۱۹۹ھ تک کے حالات ہیں۔

۵۔ ایک رسالہ میں راجہ جیت سنگ داہی بنارس کی بغاوت کے حالات لکھے  
ہیں۔ اس میں مصنف نے اپنے کو ”سیکے“ بخیر خواہاں کہتی ”انگریزیم“ لکھا ہے۔  
۶۔ ”خطوط“ جو برٹش میوزیم کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اور جن سے  
اس زمانے کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

علی ابراہیم خاں موصوف زین خواجہ عبدالحکیم ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا

راقم الحروف کے نزدیک صحیح بات وہی ہے جو مرزا علی لطف  
نے ”گلشن ہند“ میں صاف طور پر لکھ دی ہے کہ :-

”خواجہ محمدی خاں مرحوم کے ساتھ ایک مدت تک لباس“  
”دنیا داری میں ایام حیات بعزت تمام بسر لائے۔ اگرچہ“  
”نہ کچھ خدمت نہ کام رکھتے تھے۔ لیکن آنکھوں میں امرایان“  
”مرشد آباد کے نہایت احترام رکھتے تھے۔“

مصطفیٰ نے بھی اپنے تذکرہ میں یہی لکھا ہے کہ ”بہت عزت اور حرمت  
کے ساتھ بسر کرتے ہیں“ اور تذکرہ میر حسن میں ”نوکری پیشہ“ لکھا ہے۔  
مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سپاہیوں کے زمرہ میں نوکر تھے۔

یہ ممکن ہے کہ ایام شباب میں وضع و قطع سپاہیانہ نہ کرتے ہوں۔  
چنانچہ مولانا شاہ محمد کبیر صاحب ابوالعلائی دانا پوری بھی تاریخ تذکرۃ الکرام  
میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹) خلیل تخلص کرتے تھے۔ ان کا اردو کلام اب نایاب ہے۔  
یہ چار شعر بہت تلاش سے دستیاب ہوئے جو ہر یہ ناظرین ہیں :-

خلش رکھا ہے جبکہ دل مرا پوں غار پہلو میں ہوا رکھا ہے اس دشمن کا کیا دشوار پہلو میں  
دل پر درد ہو جس کا اد سے آرام کیا ہو ہے یہ سچ ہے کیونکہ سوئے جس کے ہو جا پہلو میں  
ہو رونے سے میر تر ہو اجیب و کنار آخر خلیل آنکھوں کے ہاتھوں ہو گیا گلزار پہلو میں  
اڑ گئے کچھ حواس سے میرے ؟ ٹھ گیا کون پاس سے میرے



یوں فرماتے ہیں :-

”آپ (حضرت عشق موصوف) ابتدا میں نوکری پیشہ“

”بہ وضع سپاہیوں کے تھے۔“

فی الجملہ ایک مدت تک خواجہ محمدی خاں کی رفاقت میں بسر کرنے کے بعد عشق موصوف اپنے بزرگوں کی روش کے مطابق فقر و درویشی کی طرف مائل ہوئے۔ اور ترک ملازمت کے ساتھ فضل الہی پر تکیہ کر کے عظیم آباد چلے آئے۔ اور حضرت مخدوم منعم پاک (جن کا مزار محلہ میتن گھاٹ میں ہے) کی خدمت میں مستفیض ہو کر بقیہ عمر یاد الہی اور خدمت خلق میں بسر کر دی۔ ۱۳۳۷ھ میں اس جہان فانی سے رحلت کی۔ حسب روایت تذکرۃ الصالحین و رسالہ معارف پھلوری ۶۶ سال کی عمر پائی۔ اگرچہ مختلف روایات کی موجودگی میں صحیح عمر کا متعین کرنا اس قدر آسان نہیں ہے۔ تاہم اس کے تسلیم کرنے میں قباحت لازم نہیں آتی۔ آپ کے شاگرد رشید مرزا قدوسی نے یہ تاریخ کہی ہے

شور و ایلان قاد اندر جہاں چھ اہل آمد سر بامین عشق  
گفت قدوسی سال تاریخ وفات ہادی شاہ رکن الدین عشق  
کسی مستند تذکرہ میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ شیک کسی سند میں

حضرت عشق نے ترک ملازمت اختیار کی اور عظیم آباد میں اگر طرح اقامت ڈالی اور فقر تقصوف کا سجادہ قائم کیا۔ لیکن نواب قاسم علی خاں عالی شاہ کی مسند نشینی یعنی ۱۳۳۷ھ کو پیش نظر رکھ کر اگر خواجہ محمدی خاں کی رفاقت میں ان کی مدت ملازمت تقریباً چند سال بھی قرار دی جائے تو یہ کہنا شاید غلط نہ ہو گا کہ ۱۳۳۷ھ یا اس سے چند سال بعد حضرت عشق عظیم آباد میں اگر سکونت پذیر ہوئے۔ عرض کسی طرح یہ واقعہ ۱۳۳۷ھ سے پہلے کا نہیں ہو سکتا۔

لیکن مذکورہ ”یادگار عشق“ میں (جس کو ہمارے ایک مخلص ثاقب عظیم آبادی نے حضرت عشق کے حالات کے متعلق حال میں شائع کیا ہے) ”کیفیت العارفین“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۱۳۴۲ھ کا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً ناممکن ہے۔ کیونکہ حضرت عشق کا عظیم آباد میں آنا نواب قاسم علی خاں کی ملازمت سے کنارہ کش ہو جانے کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ نواب قاسم علی خاں کا عہد نظامت اس کے بارہ برس کے بعد ۱۳۵۷ھ سے شروع ہوتا ہے۔ اور ترک ملازمت کا واقعہ لا محالہ اس کے بعد کا ہے۔ اور عظیم آباد میں آنا اس ترک ملازمت کے بعد ہے۔ ۱۳۶۷ھ میں نواب علی وردی خاں مہابت جنگ کا دور حکومت تھا۔ اس وقت



میر قاسم تو درکنار۔ ان کے پیش رو میر جعفر اور نواب سراج الدولہ  
بھی میدان میں نہ آئے تھے۔

اسی طرح اس کتاب میں دوسرے مقام پر مرزا قندوی کی  
نسبت جو احمد شاہ بادشاہ دہلی کے وقائع نویس اور حضرت عشق  
کے مرید اور شاگرد رشید تھے۔ یہ لکھا ہے کہ یہ بھی مرشد آباد سے  
حضرت عشق کے ساتھ سلاطین عظیم آباد آئے اور پھر یہیں کے  
ہو رہے۔ حالانکہ اس وقت تک مرزا قندوی کا دلی سے مرشد آباد  
آنا بھی کسی تذکرہ سے مستند طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر مرزا  
قندوی احمد شاہ بادشاہ کی وقائع نویسی پر مامور تھے جیسا کہ  
تذکرہ ”گلشن بے غار“ وغیرہ میں مذکور ہے۔ تو اس وقت (۱۰۹۲ھ  
میں) محمد شاہ بادشاہ کے انتقال اور احمد شاہ کے جلوس کو صرف چند  
ماہ گزرے تھے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ احمد شاہ کی تخت نشینی کے کتنے دنوں  
کے بعد یہ اس خدمت پر مامور ہوئے۔ اور کتنے دنوں تک ملازمت  
میں رہے اور کتنے دنوں کے بعد دلی سے مرشد آباد آئے۔

فی الجملہ اس مقام پر مولف ”یادگار عشق“ پر جو اس فخر سے  
خلوص رکھتے ہیں کوئی اعتراض کرنا مقصود نہیں ہے اور نہ یہ مقصد ہے  
کہ ان کی یہ تالیف بالکل غیر مستند روایات پر مبنی ہے۔ بلکہ فقیر کے

علم میں مولف موصوف نے جہاں تک ممکن تھا تحقیق و تفتیش میں سعی  
بلین سے کام لیا ہے۔ اور مختلف تذکروں سے استناد کی کوشش کی  
ہے۔ اور جو لکھا ہے اس کی سند بھی بیان کر دی ہے۔ یہ اور بات  
ہے کہ بعض قدیم تذکرہ نویس موجودہ زمانے کے فن تحقیق و ترقیق سے  
جس کو انگریزی میں ”ریسرچ“ کہتے ہیں۔ عموماً نا بلند اور بے پروا نظر  
آتے ہیں۔ انہوں نے جو روایت پائی اپنی خوش اعتقادی میں بلا تحقیق  
درج کر دی چھان بین اور رد و قدح کرنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن  
ایک مستند مورخ اور تذکرہ نویس کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر روایت کو  
تاریخی اسناد اور دیگر متعلقہ واقعات سے مطابق کر کے دیکھے۔ اور  
غیر مستند اور بے بنیاد روایات و حکایات کا مشکوک یا خلاف واقعہ  
ہونا ظاہر کر دے۔ تاکہ اباب نظر کے نزدیک خود غیر معتبر نہ ٹھہرے۔  
خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ حضرت عشق موصوف کے  
عظیم آباد آنے اور اقامت گزین ہونے کے متعلق صحیح طور پر صرف یہی  
کہا جاسکتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۰۹۲ھ یا اس کے بعد کا ہے۔ اور اس طرح  
کم و بیش تقریباً پچیس پچیس سال تک اس دیار میں آپ کا فیض سخن  
اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عالم میں بھی عظیم آباد۔ مرشد آباد  
اور ٹھاکہ وغیرہ سے طالبان راہ عشق پر وائوں کی طرح اس شمع کے



گردج ہونے لگے۔ بقول مولف ”گلزار ابراہیم“

”معتقدین کے ہجوم سے عالم درویشی میں شاہی کی“

بعض معتقدین نے بعد کو کچھ جائز دیں بھی تقریبات عرس وغیرہ کے لئے وقف کی تھیں۔ اور آپ کا تکیہ اس وقت تک مرجع خلافت ہے

دیوان آپ کا زبان ریختہ میں مرتب ہے۔ بقول مولوی کریم الدین

مولف تذکرہ ”طبقات الشعرا“ آپ کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ پیرس میں ”گارسن دی تاسی“ کے پاس موجود تھا۔ ایک قلمی نسخہ آپ کی خانقاہ تکیہ حضرت عشق میں بھی موجود ہے۔ اور خانقاہ بھلواری کے

لے ”گارسن دی تاسی“ ملک فرانس کا رہنے والا ایک مشہور مستشرق اور زبان دان گذرا ہے۔ اس نے فرنگ زبان میں شعراے اردو کا ایک ضخیم تذکرہ

دو جلدوں میں لکھا ہے۔ جس کا نام ”تاریخ ہندی و ہندوستانی شریچ“ ہے مسٹر اف فیلن صاحب انسکریپٹ تعلیمات عامہ صوبہ بہار نے مولوی کریم الدین کو اس کتاب کا مشرک دیا جس کی مدد سے انہوں نے ایک تذکرہ ”طبقات الشعرا“ مرتب کیا جو ۱۹۲۵ء میں دہلی میں چھپا۔

”دی تاسی“ نے اپنے تذکرہ کے مقدمہ میں تقریباً اودن تمام تذکروں کی فہرست دی ہے جو ہندوستان میں اسکے پیشتر لکھے جا چکے تھے۔ مولوی محفوظ الحق صاحبی نے اس مقدمہ کا ترجمہ کیا ہے جس کا اقتباس ۱۹۲۲ء کے رسالہ معارف میں شائع ہوا تھا۔

کتب لکھانے میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوان ریختہ کے علاوہ جو تقریباً آٹھ سو غزلوں پچتر رباعیوں مثنویوں اور تقریباً مثنویوں پر مشتمل ہے۔ تصوف میں چند قلمی رسالے موسوم بہ ”امواج البحار“ ”سلطان العشق“ اور ”تعلیم الخلفاء“ وغیرہ بھی ان کی تصانیف ہیں۔

زمانہ کے اعتبار سے آپ۔ مرزا مظہر جان جاناں۔ خواجہ میر درد اور میر تقی میر کے ہم عصر اور اکثر غزلوں میں ہم طرح بھی ہیں۔ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ حضرت شاد عظیم آبادی نے ”تاریخ صوبہ بہار“ اور پھر مکرر ”حیات فریاد“ میں جو ایک بے بنیاد بات یہ لکھی ہے

کہ حضرت عشق کو راسخ عظیم آبادی سے تلمذ تھا۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ امر قطعاً ناممکن بھی ہے۔ راسخ عظیم آبادی ۱۱۹۲ھ

میں پیدا ہوئے اور ان کے سن شوبہ سے پیشتر حضرت عشق بجائے خود کہنے مشق صاحب دیوان صاحب تلامذہ اور مسلم الثبوت اساتذہ میں

شمار کئے جاتے تھے۔ جیسا کہ تذکرہ مصححی و میر حسن وغیرہ اس کے شاہد ہیں۔ لیکن اس بحث کو اب زیادہ طول دینا چنداں ضروری نہیں معلوم

ہوتا۔ مولف ”یادگار عشق“ نے راسخ کی شاگردی کے متعلق بہت واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ امر قطعاً غلط اور ناممکن ہے بغرض

یہ ایک ایسی غلط بات ہے کہ اس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔



کتب خانے میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوان بیختہ کے علاوہ جو تقریباً آٹھ سو غزلوں پچتر رباعیوں مشنویوں اور  
تفصیلات پر مشتمل ہے۔ بقوف میں چند قلمی رسالے موسوم بہ ”امواج البحار“  
”سلطان العشق“ اور ”تعلیم الخلفاء“ وغیرہ بھی ان کی تصانیف ہیں۔  
زمانہ کے اعتبار سے آپ۔ مرزا منظر جان جاناں۔ خواجہ میر درد  
اور میر تقی میر کے ہم عصر اور اکثر غزلوں میں ہم طرح بھی ہیں۔ شاعری  
میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ حضرت شہاد عظیم آبادی نے تاریخ صوبہ بہار  
اور پھر مکرر ”حیات فریاد“ میں جو ایک بے بنیاد بات یہ لکھی ہے  
کہ حضرت عشق کو راسخ عظیم آبادی سے تلمذ تھا۔ اس کا کوئی ثبوت  
نہیں ہے۔ اور یہ امر قطعاً ناممکن بھی ہے۔ راسخ عظیم آبادی ۱۱۶۲ھ  
میں پیدا ہوئے اور ان کے سن شہر سے پیشتر حضرت عشق بجائے خود  
کہنے مشق صاحب دیوان صاحب تلامذہ اور مسلم الثبوت اساتذہ میں  
شمار کئے جلتے تھے۔ جیسا کہ تذکرہ مصحفی و میر حسن وغیرہ اس کے شاہد  
ہیں۔ لیکن اس بحث کو اب زیادہ طول دینا چنداں ضروری نہیں معلوم  
ہوتا۔ مولف ”یادگار عشق“ نے راسخ کی شاگردی کے متعلق بہت  
واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ امر قطعاً غلط اور ناممکن ہے بغرض  
یہ ایک ایسی غلط بات ہے کہ اس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔

بہر حال اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو

بیٹھا ہوں یا راکھوں میں آسویں بھر ہوئے جوں تابداں میں شیشہ رنگین سرے ہوئے  
اوروں کا جگر یاد جو تیروں سے سے ہے یہ عاشق جاں باختہ کس نے کئے ہے  
عرش تافرن سیر کرد بکھا تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا  
تجھ سے کوئی آشنا نہ ہو یا ہو برکچھ سب سے آشنا دیکھا  
بے وفائی تری دل دیکھ کے اے وعدہ غلام عشق بازی میں پشیاں نہ ہوا تھا سو ہوا  
تا جان نہ ہوئی عدول حکمی تو نے کہا مر تو مر گئے ہم  
آگے میاں نصیب ہو سر سبز ہو نہ ہو دل کی زمیں میں تخم محبت تو بودیا  
چہن ہی اس دل بیاب کا منظور نہ تھا ورنہ آنا ترا مجھ پاس تو کچھ دور نہ تھا  
جب تلک اشک خمیں بیٹھ اگر آیا ہی تیری صورت نہیں آتی ہر نظر و گاہ میں  
کہہ بعد قتل مجھ کو کس طرح چہن آوے  
جو حسرتیں تھیں دل میں سچوں کی توں ہیں ہیں  
روز و شب تجھ سے گویا کیجئے چہن پھر بھی نہ ہو تو کیا کیجئے  
ہر بانی کو تو عیب نہیں کام تو اب پیام سے گزرا  
بکلی پڑے خدائے آئینہ ساز پر منہ دیکھ اپنا ہم سے وہ بیزار ہو گیا  
جس طرف عشق باز آتے ہیں پھر او دھر سے نہ باز آتے ہیں  
آنکھیں پھر اگلیں ہیں آئینہ دار کیا لکھوں انتظار کی صورت  
زلف نے جسکے تئیں دکھائی شام پھر او سے دوسری نہ آئی شام  
دماغ دل کا تو کبھی ہم سے ملایا نہ گیا یہ دیا وہ ہو جو دن کو بھی بھجایا نہ گیا



باطن ہو کر نقیبہ عمر یاد آتی اور گوشہ عزالت میں بسر کردی سلسلہ  
میں انتقال کیا۔

تذکرہ "میر حسن" و "گلشن بے خار" بھی ان کے شیریں کلام اور صاحب  
دل ہونے کے وصف میں رطب اللساں ہیں۔ نواب علی ابراہیم خاں نے  
بھی اپنا آشنا بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اپنے اشعار تذکرہ میں درج کرنے  
کے لئے بھیجے ہیں

دیوان ان کا زبان ریختہ میں مرتب ہے۔ مگر اب بہت کم یا ب  
بلکہ نایاب ہے۔ مولوی سید ضمیر الحسن صاحب رئیس موضع گیلانی مضافات  
بہار کے کتب خانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ اب ان کے  
کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

دل تڑپتا ہے صبح و شام پڑا یا آہی یہ کس سے کام پڑا  
نا توانی مدد کرے اپنی تیرے در پر رہوں مدام پڑا  
کیوں کی اودھر نگاہ جو وہ بجک پانگیا دل پہ ہونی جو ہونی تھی آنکھوں کا کیا گیا  
بے خودی اور شرم سے باتوں کا کس میں ہوش تھا  
وہ اودھر خاموش تھا کل میں اودھر خاموش تھا

ہر طرح ہم اوس کے ہیں لاج و قیومی وہ خواہ ہیں یاد کرے خواہ فراموش  
وہ ہم پہ مہرباں کبھی ہے کبھی نہیں جینے کا اب گمان کبھی ہے کبھی نہیں

پھرتے تھے تم تو آنکھ بجائے چھپے چھپے نکلا کہ صریح چاند جو آئے چھپے چھپے  
تسری ہم نے تاثیر بس آہ دیکھی نہ آیا وہ کا فربہ بہت راہ دیکھی  
غلط ہو دیدہ تر سے جو ہم شہی کرے شہنم مرار و نا اگر دیکھے ابھی پانی بھرے شہنم  
چل ساتھ کہ حسرت دل مرحوم سے نکلتے عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم نکلتے  
دوسرا مصرع اکثر موقعوں پر آج تک زبان زد خاص و عام ہے

فراق۔ مرتضیٰ قلی خاں دلی کے قدیم اساتذہ میں ہیں۔ عہد  
محمد شاہی میں ملازم توپ خانہ تھے۔ نواب محمد علی وردی خاں بہا بہت  
جنگ کے زمانے میں مرشد آباد آکر عہدہ مالی پر مستاز ہوئے۔ اویس  
سکونت اختیار کر لی۔ آخر باقی زبیر کار کے محاسب میں گرفتار ہو کر  
عظیم آباد میں ہمارا جہ شتاب اسے کی قید میں ڈالے گئے۔ ہنوز  
اس قید سے چھوٹنے نہ پائے تھے کہ قید حیات ہی سے رہائی حاصل  
ہو گئی۔ سودا کے معاصر تھے۔

ہیروں کی قسم تجکو صبا پس کہ کہ گلشن میں کوئی ان ہنواؤں میں بھی یاد کرتا ہے  
لالہ رام چند فرحت

متوطن عظیم آباد۔ محلہ عالم گنج۔ فارسی کے نہایت پرگو اور  
باکمال شاعر تھے۔ مشہور قصہ حاتم دانی کو فارسی میں نظم کیا تھا۔ جسکی  
دو جلدیں ہیں۔ اور دونوں میں حمد و نعت کو صنعت ذوالبحرین میں



پھرتے تھے تو آنکھ بچائے چھپے چھپے نکلا کہ صریح چاند جو آئے چھپے چھپے  
تیری ہم نے تاثیر بس آہ دیکھی نہ آیا وہ کا قریب بہت راہ دیکھی  
غلط ہو دیدہ تر سے جو ہم چمپی کرے شبنم مراد و نا اگر دیکھے ابھی پانی بھرے شبنم  
چل ساتھ کہ حسرت دل مرحوم سے نکلتے عاشق کا جنازہ ہو ذرا دھوم کھٹے  
دوسرا مصرع اکثر موقعوں پر آج تک زبان زد خاص و عام ہو

فراق - مرتضیٰ قلی خاں دلی کے قدیم اساتذہ میں ہیں۔ عہد  
محمد شاہی میں ملازم توپ خانہ تھے۔ نواب محمد علی وردی خاں جہا بٹ  
جنگ کے زمانے میں مرشد آباد آکر عہدہ مالی پر مستاز ہوئے۔ اوہیں  
سکونت اختیار کر لی۔ آخر باقی زبیر کار کے محاسب میں گرفتار ہو کر  
عظیم آباد میں ہمارا جہ شتاب رائے کی قید میں ڈالے گئے۔ ہنوز  
اس قید سے چھوٹنے نہ پائے تھے کہ قید حیات ہی سے رہائی حاصل  
ہو گئی۔ سودا کے معاصر تھے۔

ایسروں کی قسم تجھ کو صبا پر کہہ کر گلشن میں کوئی ان ہمنواؤں سے ہمیں بھی یاد کرتا ہو  
لالہ رام چند فرحت

متوطن عظیم آباد۔ محلہ عالم گنج۔ فارسی کے نہایت پرگو اور  
باکمال شاعر تھے۔ مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا تھا۔ جسکی  
دو جلدیں ہیں۔ اور دونوں میں حمد و نعت کو صنعت ذوالبحرین میں

لکھ کر کمال شاعری کا نمونہ دکھایا ہے۔ جلد اول میں حضرت شیخ سعدی  
شیرازی کی مدح بھی ذوالبحرین اور سہ بکری اور چہار بکری اشعار  
میں لکھی ہو۔ چنانچہ چہار بکری اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے  
قطرہ از جود تو جود کشیر ذرہ از خوسے تو مہر منیر  
اس مثنوی کو مصنف نے ۸۸ھ میں تمام کیا تھا۔ چنانچہ خود ہی  
اس کی تاریخ بھی کس خوبی کے ساتھ نظم کی ہے۔

سال اتماش چودل از عقل خواست کرد و انگشت خم دیگر دو راست  
دو انگلیاں خم کرنے سے دو آٹھ (۸۸) کی شکل پیدا ہو جاتی ہے  
اور دو انگلیاں سیدھی دو الف کے مانند ہیں یعنی (۱۱) جس سے  
۱۱۸۸ ہوئے۔

پہلی جلد کا نام ”گنج شائراں“ اور دوسری موسوم بہ ”گنج باد آذر“  
ہے۔ اور اس میں حاتم کے وہ قصے بھی ہیں جو موجودہ قصہ حاتم طائی یعنی  
”آرایش محفل“ میں نہیں بیان کئے گئے ہیں۔ فرحت کی یہ دونوں مثنویاں  
اب نایاب ہیں۔ ان دونوں کے قلمی نسخے مولانا شوق نیوی مرحوم کے  
منشی شیخ سعادت علی مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے۔ مولانا شوق نیوی  
۱۵۰۰ ان کا تذکرہ اردو شعرا کے پوچھے دور میں آگے آتا ہے۔

۱۵۰۰ منشی شیخ سعادت علی کی تاریخ پیدائش ۱۱۸۸ھ یا ۱۱۸۹ھ کا ذکر ہے۔ مولانا شوق نیوی ص ۳۴



بادشاہ کے کوکہ تھے۔ حاضر جوابی اور لطیفہ گوئی میں طاق۔ ظرافت اور بذلہ سنجی میں شہرہ آفاق۔ بادشاہ نے ظریف الملک کو کہ خاں کا خطاب دے رکھا تھا۔ شعر گوئی کا شوق ابتدا سے عمر سے تھا۔ فارسی میں قزلباش خاں امید سے اصلاح لی۔ اور ریختہ میں علی قلی تہکیم کے شاگرد تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں ۵

ہر خدایا تہکیم کا شاگرد ہوں خاں دودن کے بعد دیکھو استاد ہو گا  
اس زمانے میں احمد شاہ درانی کے حملوں نے ہندوستان میں ہچل مچا رکھی تھی۔ دہلی میں دربار کا رنگ بیرنگ دیکھ کر یہ مرشد آباد میں اپنے چچا ایرج خاں کے پاس چلے آئے۔ یہاں رنگ نہ جما تو فیض آباد کا رخ کیا۔ والی اودھ نواب شجاع الدولہ نے اعزاز و اکرام سے لیا۔ مگر ایک روز جوش احتلاط میں گرم پیسے سے ان کا ہاتھ جلا ڈالا۔ یہ نازک مزاج اور دل جلتے تو تھے ہی۔ جل کر عظیم آباد چلے آئے۔ یہاں مہاراجہ شتاب ۶؎ اسے ایک ایسا قدرداں مل گیا۔

۶؎ مہاراجہ شتاب رائے عظیم آباد کا نائب صوبہ اور مرشد آباد کا نائب دیوان تھا۔ جس وقت شاہ عالم نے عظیم آباد کا محاصرہ کیا تھا تو میرن کے حکم سے شتاب رائے نے ڈاکٹر فلرٹن کی معیت میں عظیم آباد کو بہت جوا نمر دی سے بچایا۔ اور خادم حسین حاکم پورنیہ کے لشکر کو بھی شکست دی

کہ پھر یہ عظیم آباد سے کہیں نہ گئے۔ اپنی خوش لیاقتی اور حسن تدبیر سے اس زمانے میں انگریز حکام سے بھی رسائی پیدا کی اور باقی عمر خوش حالی سے بسر کر کے ۱۸۶۱ء میں یہیں انتقال کیا اور یہیں مدفون ہوئے۔ ان کی قبر محلہ دھوپورہ میں شیر شاہی مسجد کے صحن سے متصل اور جانب قبرستان میں موجود ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) اس کے بعد ۹ مئی ۱۸۵۷ء کو جب شجاع الدولہ انگریزوں سے شکست کھا کر صلح پر آمادہ ہوا تو شتاب رائے کی وساطت سے جنرل کارنک سے مراتب صلح طے پائے۔ جس کے رو سے اودھ کا ملک شجاع الدولہ کے قبضہ میں بہ دستور باقی رہا۔ اور میر قاسم کی حوالگی کے مطالبہ سے انگریز دست بردا ہ ہو گئے۔ اسی صلح نامہ کو لارڈ کلائیو نے بھی منظور کیا۔ اور اسی سال شاہ عالم نے انگریزوں کو ۲۶ لاکھ روپیے سالانہ خراج پر بنگال بہار اور آڑیسہ کی دیوانی عطا کی۔

اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں جب بن کمار کی سازش سے محمد رضا خاں دیوان و نائب ناظم گرفتار ہو کر کلکتہ بھیجے گئے تو ان کے ساتھ شتاب رائے بھی بہ حیثیت نائب دیوان عظیم آباد میں گرفتار کئے گئے اور ان کے ساتھ دو برس تک بغیر ثبوت جرم و تحقیقات



قبر کے پتھر پر حکیم ابوالحسن مقتول کی کہی ہوئی یہ تاریخ انتقال کندہ ہو  
کو کہ خاں اں بہارِ باغ سخن سوئے خلد بریں ز دنیا رفت  
کر مقتول چو فکر تار بخش گفت ہاتف سرور دہار رفت

دیوان ریختہ مرتب تھا۔ ان کے اس شعر کو ۵

شکوہ کرے ہو تو جو ہر اشک سرخ تیری کب استین مرے کو ہو بھر گئی  
مرزا سودا نے ایک طویل قطعہ میں نہایت خوبی سے تفسیر کیا ہے

جس کا یہ پہلا شعر ہے ۵

سودا لکھا فقہان کو یہ خط اوس کے پاس جس وقت اس کے حال کی اوس کو خبر گئی  
بقول نواب علی ابراہیم خاں دیوان ریختہ کے علاوہ دو مثنویاں بھی  
ان کی تصنیفات سے ہیں جن میں ایک کسی شخص کی ہجو میں ہے۔

نمونہ کلام یہ ہے ۵

ہستی کے خرابے نظر آتے جو عدم ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا  
اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہو تو چاہئے تسبیح میں زنا نہ ہوتا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۴) قید میں پڑے رہے۔ شباب رائے نے انگریزوں کی  
رفاقت میں حسن خدمات انجام دی تھیں۔ بالآخر دیہوئے مگر اپنی نیکو خدمتی کے صلہ میں  
جب اس قسم کے مکار ہاتھ دیکھے تو اس کا دنیا سے دل چھوٹ گیا اور زندگی سے بیزار ہو کر  
مرض اسہال میں مبتلا ہوئے علاج میں بھی طبی تدبیروں سے کام لیا۔ اور ۱۲۵۷ھ میں اس نے دنیا رخصت ہو کر

عجبت تو تڑپے ہو کج قفس میں غ چمن اسی تڑپ میں تو یہ بال دپر گئے اپنے  
دل بستگی قفس میں یہاں تک ہوئی مجھے گویا مرا چمن میں کہیں آشاں نہ تھا  
کیا تو شب فراق میں جیتا رہا فغاں یاں تک گماں نہ تھا تیرے صبر و قرار پر

خطیہ کجیو چھپا کے ملے وہ اگر کہیں لینا نہ میرے نام کو لے نامہ کہیں  
میری طرف سے خاطر صیاد جمع ہو کیا اڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں  
تیری گلی میں خاک بھی چھانی کر دل ملے ایسا ہی گم ہوا کہ نہ آیا نظر کہیں

عشاق تیری گرمی بازار کر گئے اس جنس کو گراں یہ خریدار کر گئے  
صیاد راہ باغ فراموش ہو گئی کج قفس سے مت مجھے آزاد کجیو

گر یاں میر علی محمد۔ ولد میر علی اکبر۔ شاہ قدرت اللہ قدرت  
اور میر ضیاء الدین ضیاء۔ دونوں کے شاگرد تھے ۵

دیکھے تو جسے نگاہ بھر کر مرجائے اودھردہ آہ بھر کر  
مائل۔ میر ہدایت علی۔ باشندہ عظیم آباد۔ ایک مدت تک

ملک دکن کی سیاحت بھی کی ہے۔ ۱۲۵۷ھ میں انتقال کیا ۵  
آتا ہو دمدم ہی رونا یہاں مجھے پھینکا فلک نے ہائے کہاں کہاں مجھے  
محترم۔ خواجہ محمد محترم علی خاں۔ برادر زادہ خواجہ محمد علی خاں

نواب میر قاسم علی خاں کی سرکار سے منسلک تھے۔ حضرت شاہ  
رکن الدین عشق کے سربراہ اور وہ شاگردوں میں ہیں ۵



پیغام توجہوں کے آنے لگے ہیں مجھ تک شاید بہار کے دن نزدیک آن پہنچے  
مستمند۔ یار علی خاں۔ فقیہ صاحب دردمند کے شاگرد  
تھے۔ صاحب سخن شعرائے ان کو مرزا بھو قدوسی کا شاگرد بھی لکھا  
ہو۔ کبھی کبھی مرشد آباد بھی جایا کرتے تھے ۵

دیوانہ جان کر مجھے تیرا گھڑی گھڑی زنجیر پاستے میں باتیں کڑی کڑی  
مسکین لالہ بختل۔ متوطن عظیم آباد سنہ ۱۱۹۰ھ میں حیات تھے  
روئے زمین پہ جتنے بے یاد حق میں پھرتے وہ آدمی نہیں ہیں مانی کی موتیں ہیں  
مشتاق۔ محمد قلی خاں۔ نواب ترین الدین خاں ہیت جنگ  
صوبہ دار عظیم آباد کے رفیق و ندیم تھے۔ موسیقی میں مایر اور پیر کو  
شاعر تھے ۵

غیروں کی وہ کہانی سننا ہر گوش دل جب ہو مراقبہ تب اس کو خواب ہے  
مضمون۔ میر محمد ہاشم۔ متوطن عظیم آباد۔ پہلے مشرقی  
تخلص کرتے تھے۔ علامہ عبد الجلیل بلگرامی سے بھی استاد تھا۔ جس  
زمانہ میں مرزا معزم موسوی خاں فطرت عظیم آبادیوں دیوانی کے  
عہدہ پر ممتاز تھے۔ یہ اون کے شاگرد ہوئے ۵

مشرقی منت تعلیم فلاطوں نہ کشم موسوی خاں چو بوند صاحب استاد مرزا  
دگر ایدل مفریہم بہ قبا سے چکنی کہ بود زینت من چہامہ غریاں بدنی

چودا غم رسد از بادہ گلگون مضمون من کہ کینی شاہ ام از مے شیریں سخنی  
منتظر۔ خواجہ بخش اللہ۔ وطن الہ آباد سنہ ۱۱۹۰ھ میں  
عظیم آباد آئے۔ ایک مدت تک یہاں رہے۔ پھر اپنے وطن کو  
پلے گئے ۵

مری خاک مدت آڑتی پھرتے الہی کدھر دامن یار ہو گا۔  
ہمارا جہ رام نرائن موزوں  
خلف دیوان رنگ لال۔ قوم کالستہ سری باستو۔ ہندوستان کی  
تاریخ میں مشہور و معروف ہیں۔ نواب میر جعفر خاں ناظم بنگالہ کے  
نائب اور صوبہ عظیم آباد کے فرماں روا تھے۔ نواب میر قاسم علیخان  
کے عہد میں معزول ہوئے اور گنگا میں غرق کئے گئے۔ فارسی میں

۱۱۹۰ھ سفینہ خوش گو۔ تذکرہ ہمارا جہ رام نرائن موزوں۔  
۱۱۹۳ھ میں جب شاہزادہ عالی گوہر نے (جو بعد کو شاہ عالم بادشاہ ہوا) عظیم آباد  
پر حملہ کیا تھا تو راجہ رام نرائن پہلے تو محمد قلی خاں کی معرفت پیام صلح دیکر شہزادے  
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر پھر بلکہ اس نے عظیم آباد میں قلعہ بند ہو کر لڑنا شروع  
کیا۔ اس اثنا میں نواب میر جعفر خاں اور میرن کرنل کلاویہا در ثابت جنگ کی معیت  
میں رام نرائن کی کمک کے لئے مرشد آباد سے روانہ ہو چکے تھے۔ یہ معلوم کر کے شہزادہ  
محاصرہ اٹھا کر بنارس کی طرف کوچ کیا۔ ہنوز راہ میں تھے کہ دلی سے اپنے



شیخ علی حسرتیؒ کے شاگرد تھے۔ تخلص کی رعایت اکثر شعر میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸) والد (عامگیر ثانی) کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔  
شہزادہ نے "شاہ عالم کا لقب اختیار کر کے مقام محتولی میں اپنے جلوس سلطنت کا  
اعلان فرمایا۔ اور پھر یہ تجویز ٹھہری کہ میرن کے آئے سے پیشتر رام نرائن سے  
لڑ کر قلعہ عظیم آباد فتح کر لیجئے۔ چنانچہ کامکار خاں پانچ چھ ہزار سوار لیکر  
اور دلیر خاں اور اصالت خاں اپنی تمام جمیعت کے ساتھ۔ بادشاہ کے  
ہمراہ روانہ ہوئے۔ اور رام نرائن کے لشکر سے دیوہا ندی کے کنارے معرکہ  
کارزار گرم ہوا۔ اس لڑائی میں کامکار خاں رام نرائن کے ہاتھی سے اپنا گھوڑا ملادیا اور  
اتنے تیر اور تیزے مارے کہ اپنی دانستیں مار ڈالا۔ لیکن رام نرائن نے رنجی ہو کر ہوج  
اندر لیٹ کر تختوں کی آڑ میں اپنی جان بچائی۔

اس کے بعد ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۵ء میں نواب میر قاسم علی خاں میر جعفر کو معزول کر کے مستبد  
ہوئے۔ یہ رام نرائن کے مخالف تھے۔ انہوں نے پہلے تو رام نرائن کو زرخزانہ کے محاسبہ میں قید کر دیا  
اور جب تھوڑے ہی دنوں میں ان کی انگریزوں سے بگڑی اور نوبت جنگ پہنچی۔ تو نوگلر  
سے بھاگے وقت انہوں نے اپنے تمام قیدیوں کو قتل کر کے۔ رام نرائن کے گلے میں ٹھکارت سے  
بھر کر لٹکایا اور گنگا میں ڈلوادیا۔ یہ واقعہ ۱۱۳۸ھ میں گذرا۔ ۱۲

۱۵ شیخ علی حسرتیؒ ۱۱۳۸ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۴۷ھ میں دہلی  
آئے اور ۱۱۵۸ھ میں بنارس میں انتقال کیا۔ ۱۳

رکتے تھے۔ ریختہ بھی بہت صفائی سے کہتے تھے۔

ابر تو خود ہی خجالت سے ہر پانی پانی کب مقابل ہو کر دیدہ خونبار کے ساتھ  
بھولی نہیں ہو چکے تھیں کی ادا ہونے دل کے نکس نقش ہو تا م خدا ہونے  
تالان۔ میر محمد وارث علی خلف میر ارزانی۔ وطن اصلی

قصبہ بہار تھا۔ ۱۱۹۵ھ میں عظیم آباد میں شیشہ گروں کے سردار تھے  
اشرف علی خاں فغان کے تلمیذ رشید اور صاحب دیوان ہیں۔  
ایک ایک شام کو وہ یار جو گھر سے نکلا لوگ حیران ہو یہ چاند کدھر سے نکلا  
بہت نما ہوں اور دم یاد کر احوال کو نظر آجائے تو تالان کوئی شیشہ جہاں ٹوٹا

چین سے بیٹھنے کہیں نہ دیا مجھ کو میری ہی بدگمانی نے  
چپکے رہ جائے کچھ سچ تو رسوائی ہو بول اٹھے تو وہ کہتا ہے کہ سودا کی  
دوستی تجھ سے کی کہاں کہ مجھے دشمنی ہو گئی زمانے سے

سجائے۔ شیخ حسن رضا۔ احمد شاہ درانی کی چڑھائی کے  
بعد یہ عظیم آباد چلے آئے۔ ایک مدت تک نواب علی ابراہیم خاں کے  
عم محترم حاجی احمد علی قیامت کے جوار عاطفت میں زندگی  
بسر کی۔ پھر میاں مصاف کی سرکار میں خدمات حریہ پر مامور ہوئے  
اطراف سارن میں کسی دیہات میں رہتے تھے۔ زیادہ تر مرثیہ گوئی  
سے مشوق تھا۔ ۱۵



کوئی عنوان نہ دیکھا کفر و ایمان میں جہاں کا  
ولی - مرزا ولی - شاہ اسرار اللہ کے پیچھے - شاہ جہاں آباد سے عظیم آباد آئے  
۱۹۳۲ء سے پیشتر مرشد آباد چلے گئے تھے ۵

آہ کا اس کو کچھ اثر نہ ہوا میرے اس غل میں ثمر نہ ہوا  
ہم کا دم - میر محفوط علی - باشندہ عظیم آباد خلف بیت قلی خاں حسرت تلمیذ شاہ  
قدرت اللہ قدرت ۵

آہ کی بھی نہیں رہی طاقت آہ کیونکر کر اپنے ہر دم  
متقدین شعر عظیم آباد مندرجہ تذکرہ گارسن دی تاسی و تذکرہ عشقی

قبل اس کے کہ طبقہ متقدین کا پہلا دور ختم کیا جائے - اس مقام پر یہ بیان کر دینا بھی فائدہ  
خالی نہ ہوگا کہ ڈاکٹر اسپرنگر کی فہرست کتب خانہ اودھ اور تذکرہ گارسن دی تاسی سے یہ حوالہ  
تذکرہ عشقی پایا جاتا ہے کہ مذکورہ مشاہیر شعر کے علاوہ چند اور غیر معروف شعرا بھی اس زمانہ میں  
عظیم آباد میں موجود تھے جن کا تذکرہ ضمیمہ دور اول کے عنوان سے ذیل میں علیحدہ مندرج ہے  
اور ان کے ماسوا دیگر عظیم آبادی شعرا جو گارسن دی تاسی و عشقی میں مندرج ہیں - ان کا  
تذکرہ دوسرے اور (بعض) تیسرے دور میں بہ ترتیب حروف تہجی اپنی جگہ پر آگے بیان کیا گیا ہے  
واضح ہو کہ حضرت شیخ محمد حبیب الدین عشقی عظیم آبادی ابن غلام حسین محترم (جن کا تذکرہ  
اوپر بیان ہو چکا ہے) نے تقریباً ۱۸۵۵ء میں ایک تذکرہ شعرائے ہند کا مرتب کیا تھا جس میں ہتر  
کے قریب ایسے شعرا ہیں جو خاص عظیم آباد کے تھے یا یہاں آکر مقیم ہو گئے تھے اور جن میں اکثر کے تذکرے  
گلزار ابراہیم وغیرہ کے حوالے سے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں -

ڈاکٹر اسپرنگر کے کیٹ لاگ سے پایا جاتا ہے کہ اس تذکرہ عشقی کا قلمی نسخہ شاہان اودھ کی  
لائبریری میں موجود تھا اور بقول گارسن دی تاسی ایک قلمی نسخہ مشرق - بی ایٹ کے پاس بھی تھا  
بہر حال تذکرہ عشقی میں جتنے شعرا مندرج ہیں ان سبھوں کے نام اور ان کے حالات مع افسانہ  
تحقیقات کے ڈاکٹر اسپرنگر کے کیٹ لاگ آف اودھ لائبریری (فہرست کتب خانہ شاہان اودھ)

اور تذکرہ گارسن دی تاسی میں حوالہ عشقی کے ساتھ موجود ہیں اور راقم نے ان سے کافی  
فائدہ اٹھایا ہے اگرچہ اکثر شعرا کے کلاموں کا انتخاب یکر تذکرہ دوسرے سے بھی حاصل کیا گیا ہے -  
شعر الہند جلد اول کے دیباچہ میں جو بیان کیا گیا ہے کہ ۱۱۵۵ھ میں رحمت اللہ  
عشقی عظیم آبادی نے ایک تذکرہ لکھا تھا جس میں ۴۳۹ شعراے ریختہ کا تذکرہ ہے اس کا  
کوئی ثبوت نہیں اور عشقی تخلص کے ساتھ رحمت اللہ نام کے کسی شاعر کا وجود بھی عظیم آباد  
میں نہیں پایا جاتا - اگرچہ نری تاسی نے اس کا زمانہ تالیف ۱۱۵۵ھ قرار دیا ہے تاہم نام کی  
غلطی کا اصل سبب مفصل بیان کر نیکی اس مقام پر گنجائش نہیں -

تذکرہ روز روشن "مؤلف میر وزیر علی عبرتی میں (جو تقریباً ۱۲۶۱ھ میں لکھا گیا ہے)  
مذکور ہے کہ حضرت عشقی کے ایک شاگرد خواجہ حیدر جان شائق تخلص نے عبرتی موصوف سے  
(جن کا تذکرہ تیسرے دور میں آگے ذکر ہے) ڈھاکہ میں بیان کیا تھا کہ حضرت عشقی مرحوم تھا  
مستقیا نہ زندگی بسر کرتے تھے اور انتقال کے بعد ان کا دیوان و مثنوی اور دیگر تصنیفات  
نظم و نثر (تذکرہ) وغیرہ ڈھاکہ میں ایک بعض احباب کے پاس موجود تھیں جن کو عبرتی موصوف  
نے دیکھا بھی تھا - راقم کی نظر سے یہ دونوں تذکرے بھی گزرے ہیں

## ضمیمہ دور اول

احتشام - خواجہ احتشام حسین - رئیس عظیم آباد ۵

دشت کو غم نہیں مجھوں کا فراموش ہونے دیکھ لو چشم غراں میں سپہ پوش ہونے  
بھٹل - سید حمید ابن بلال محمد - نواب میرالدولہ کے رفیق تھے ۵

بوئے گل تو چلی اپنی سبکساری سے ہم گراں بار اٹھیں گے بڑی دشواری سے  
بیدار - منشی بساوند لعل علی خاں منظر جان جاناں - ایک مدت تک پٹنہ میں رہے اور یہ فحش ہو  
مرے تخت جگر یوں آستوں کے ساتھ جاہیں کر جوں پھولوں کی پکھڑی لیکے پانی میں بہاتے ہیں

۱۱۸۸ھ میں نواب میرالدولہ رضا قلی خاں شاہ عالم بادشاہ کے وکیل مقرر ہو کر عظیم آباد آئے تھے - انہوں نے ۱۱۸۸ھ میں  
انتقال کیا اور محلہ باؤلی میں مدفون ہوئے - انکی قبر پر جو کتا بکندہ ہے وہ اس میں مع داد و خوان بہشت اودھ عظیم آباد  
سے مادہ تاریخ نکلتا ہے - نواب کریم قلی خاں نے بیٹے کے ان کے خاندان نے محلہ جکرا بہاری میں ایک گنٹا اٹھایا ہے



جذب - میر منظر علی - متوطن عظیم آباد - فارسی میں صافی تخلص تھا۔  
 ہر جنوں کا زور طوفاں ان دلوں میں ہوں اور میرا گریبان ان دلوں  
 جعفری - مرزا جعفر خٹک قانر علی متوطن عظیم آباد شاگرد میر محمد علی رضا  
 شب تری فرقت میں لاش جگر ہیاں آہٹا شمع ساں یک شعلہ آئینوں میں سجی خواب تھا  
 جوہری - مولوی آیت اللہ بھلواروی - ان کا فارسی میں شورش (اور قول گادس)  
 دی تاسی شورش تخلص تھا۔ سنہ ۱۲۸۰ میں انتقال کیا۔ تذکرہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔  
 حیرت - رحم علی - زیادہ حال معلوم نہیں۔  
 کہاں ہی شیشہ ہی محتسب خدا سے تو ڈر مرے بغل میں جھٹکتا ہے آبلہ دل کا  
 خادم - خادم حسین خاں ولد حاجی احمد علی قیامت - نواب علی ابراہیم خاں  
 چچرے بھائی تھے۔ دوران تالیف تذکرہ عشقی ان کا انتقال ہوا۔  
 یار جا پہونچے اپنی منزل کو ہم ابھی باندھتے ہیں محل کو  
 خواجہ - امیر اللہ خاں - متوطن عظیم آباد۔  
 جو ہاتھ اوس کے بند قبا کھولتے تھے سو مشغول ہیں اب بھار گریباں  
 اسخ - شیخ غلام علی ولد شیخ محمد فیض عظیم آبادی بفضل تذکرہ دوسرے دور میں مذکور  
 ریشمی - محمد حسن خاں - ولد خادم حسین خاں خادم - خانیادلی اردو اخبار ڈیڑھ تھیں  
 ریضواں - غلام حسین - ساکن عظیم آباد - زیادہ حال معلوم نہیں  
 زارعی - سوپن نام - باشندہ عظیم آباد - شاگرد میر محمد علی رضا  
 سالم - غلام مصطفیٰ شاگرد فدوی حضرت عشقی کے دوست انگریزی فوج میں سوار تھے  
 شاہ - شاہ سعد اللہ عرف عشق علی شاہ تلمیذ میر درد - حضرت کریم اللہ سجادہ نشین  
 تلمیذ شاہ ارزاں کے مرید تھے سارن دستیا میں قیام تھا۔ تذکرہ قایم میں بھی ان کا مذکور ہے  
 وابستہ ہی تھے سے اپنی یاں زیست جب تو ہی نہیں تو پھر کہاں زیست  
 شورش - خواجہ عاصم خاں - خلف خواجہ محمدی خاں۔  
 آرزو یہ کہ اس طرح دن اور رات کٹے جتنی باقی ہی سری عمر ترے سات کٹے

شورش - میر مہدی ولد غلام حسین - زیادہ حال معلوم نہیں  
 شوق - شیو گوپال عرف کا کاجی ساکن عظیم آباد - تجارت اور مہاجنی کو کرتے تھے  
 دامن کو تیرے خون نہ رہے بن بھرے ہوئے چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوئے  
 طاکرب - شاہ طالب علی - شاگرد مرزا فدوی صاحب لوان شمس الدین خاں کیا  
 مرزدہ لے قیس تیری وادی میں ناقہ لیلیٰ کا آج آتا ہے  
 طرزی - میر امام علی متوطن اہلی مقیم عظیم آباد - شاگرد نصیر  
 قمر بان - میر قربان علی عظیم آبادی ولد میر محمد قاسم شاگرد قدرت حبشیت ناظم کے ملازم  
 کمال - کمال علی - متوطن مان پور ضلع گیا سکونت دیورہ متصل بہار - اردو و فارسی دونوں  
 میں کہتے تھے۔ ان کی تصنیف سے "کمال الحکمت" اور چارہ درود دو کتابیں ہیں جن میں انتقال کیا  
 شب صال میں جب روز غم کی بات چلی خروش مرغ سحر نے کیا کہ رات چلی  
 گریباں - راجہ بھوانی سنگھ بہادر عرف راجہ کنور - ولد راجہ شتاب رائے شاگرد فدوی  
 دل ہی نہیں لے ہوئے کیا نشان داغ مدت ڈھونڈتا ہوں کروں کیا بیان داغ  
 مجرم - شیخ غلام حسین - حضرت عشقی کے والد کا نام تھا۔ شاہ محمد دقا (مؤلف وقایع  
 مہاجنگی) سے کسب سخن کیا تھا۔ "دی تاسی" نے عبد اللہ سرشار کا شاگرد لکھا ہے۔ فارسی میں نقد تخلص  
 بنوا بہ زخم تیغ ظالم از آب کن دریغ ظالم  
 مراد مرزا مراد بخش عرف مرزا احمد ولد ناصر محمد خاں (وکیل منی میگم) شاگرد راسخ تیس سال  
 کی عمر میں انتقال کیا۔ تذکرہ عشقی میں ایک اور مراد کو بھی لکھا ہے جو محمد شاہ کے عہد میں تھے۔  
 جاں بلب ہوں میں خماروں اور آتی ہو بہار وقت ہی ساقی اگر جام میں صبا کیجے  
 ہر عشق و عقل سے ہر دم مجاہد دل کا کشاکشی میں پڑا ہے معاملہ دل کا  
 مست - علی خاں - اصالت خاں ثابت کے بھتیجے عشقی کے شاگرد تھے۔ پورنیہ میں قیام تھا  
 ذوق بانگوں میں گنا جانے ٹیڑھوں میں یہ کیوں خانہ جنگی نہیں رہتی ہر سدا مست کے معاملہ  
 مصطر - ان کا نام معلوم نہ ہوا بعضوں نے طاکرب کا شاگرد لکھا ہے۔  
 جب سے اوس شوخ کا عاشق میں ہوا ہوں مقلد ہر کوئی دیکھ ہنسے ہی سری رسوائی کو



تقدیر۔ ہر علی خاں دہلوی۔ مقیم عظیم آباد۔ ان کا کلام دستیاب نہ ہوا۔  
 نواز۔ علی نواز خاں۔ عرف مرزا عدد۔ نواب عمدۃ الملک کے یہاں ملازم تھے۔  
 بہار آئی سنی اڑتی خبر سی۔ جن میں آج ہے بیل کی برسی  
 نیاز و نیازی۔ میر فضل علی لکھنوی۔ یہ میر جان اور بہادر خاں نیازی بھی کہلاتے تھے  
 عظیم آباد میں قیام تھا اور یہیں انتقال کیا بقول ڈاکٹر اسپرنگر (صفحہ ۶۳۵) میر محمد سلیم  
 عرف راجہ کامگار خاں کے بھتیجے تھے جو شش اور تجرم سے تلمذ تھا۔ تذکرہ سراپا سخن میں  
 ان کا تخلص بتا رکھا ہے جو دوسرے دور کی فہرست میں مع نمونہ کلام مندرج ہے۔  
 یوسف۔ میر یوسف علی خاں کو نوال۔ اصالت خاں ثابت کے بھانجے تھے۔  
 نہیں ہو غیر کے قصہ سے کچھ ہم کو خبر یوسف زباں پر راندن اوس جو رکافسانہ رہتا ہے

## دوسرا دور

طبقہ متقدمین ۱۲۰۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک  
 بہ ترتیب حروف تہجی

اشکی۔ سید شاہ وارث علی۔ خلف شاہ کلب علی متوطن عظیم آباد محلہ دھوپورہ  
 شیخ وجہ الدین عشقی کے شاگرد تھے بیشتر فارسی میں لکھتے تھے۔  
 اشکی فراق یار کا چھڑا تھا ہم نے ذکر تو نے تو رو کے اشک کا دریا بہا دیا  
 آشنا۔ شاہ ابوتراب خلف الصدق سید شاہ نعمت اللہ مشائخ قصبہ پواری میں تھے  
 صاحب دست جنوں کو تاناہ نیست۔ یار با چاک گریباں دو ختم  
 آگاہ۔ نور خاں تلمیذ شاہ واقف دہلوی نواب کریم قلی خاں کے یہاں قصہ خوان تھے۔  
 عبادت گاہ ہے محراب کعبہ ہر مہمان کی ہماری سجدہ گہ محراب ہے اپنے گریباں کی  
 حضرت شاد مرحوم کے استاد شاہ الفت حسین فریاد (جن کا تذکرہ تیسرے دور میں آئے مذکور ہے)  
 حضرت اشکی کے بھانجے اور شاگرد بھی تھے اور اشکی کو عشقی سے تلمذ تھا (ڈاکٹر اسپرنگر صفحہ ۲۰۵ و  
 کارن دی تاسی تذکرہ اشکی بہ حوالہ تذکرہ عشقی)

آفت۔ منشی شگل سین۔ باشندہ عظیم آباد۔ قوم کا لستہ تلخ حرات دہلوی سے  
 ہر قدم بریاں تلک نے میں سو ناز ہیں۔ کیونکہ گھر جانے لگے شام و سحر دو چار کے  
 آفتنی۔ راجہ پیارے لال ولد رائے سکھن جی قوم کا لستہ ماحر متوطن سکندریہ مقل  
 اکبر آباد۔ فارسی انشا پردازی میں شہور تھے۔ ایک مدت تک دلی میں اکبر شاہ ثانی کے میر منشی  
 رہے۔ بالآخر ترک روزگار کر کے عظیم آباد چلے آئے ۱۲۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے خاں گلی گچھا  
 میں کئی ہزار کتابیں تھیں علاوہ مثنوی نیزنگ تقدیر دنیا بازار۔ فارسی میں دیوان مرتب ہے۔  
 خاکساری سے مثال کفش پا۔ جس جگہ بیٹھے وہیں کے ہو گئے۔  
 امامی۔ میر امامی۔ خلف میر افتخار علی بلگرامی ذرہ تخلص۔ متوطن کو اتھ  
 ضلع آہ۔ ماہ محرم ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸۲ھ میں انتقال کیا۔ انکی تصانیف سے  
 ایک مثنوی شورش عشق جس کا سال تصنیف ۱۲۳۵ھ سے ۱۲۹۵ھ میں چھپ گئی تھی۔ اور  
 ایک دوسری مثنوی "مراۃ" ۱۲۳۸ھ کی لکھی ہوئی "اوریشل پبلک لائبریری پٹنہ" کے  
 کتب خانہ میں موجود ہے جس کا یہ پہلا شعر ہے۔

لوا یم خامہ والفاظ لشکر بہ میداں آدم اللہ اکبر  
 امن۔ میر امان دلی سے نکل کر عظیم آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ پھر یہاں  
 ۱۲۸۰ھ میں کلکتہ گئے۔ وہاں مشہور مشرق ڈاکٹر گلکرسٹ نے ان کو چار درویش کے قصہ کا  
 اردو ترجمہ کر کے پرمامور کیا اسکے علاوہ کتاب "گنج خوبی" کی تالیف اور عیار دانش کا اردو  
 ترجمہ خرد افروز کے نام سے انہوں نے کیا ہے انکی تشر دلی کی قدیم جامعہ اردو کا بہترین نمونہ ہے  
 مرتب ہوا جبکہ باغ دیہار تھے سن بارہ سو سترہ در شمار (الحق)  
 امین۔ نواب مرزا میندھو مخاطب بہ نواب امین الدولہ معین الملک ناصر خان  
 وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ کے بیٹے تھے۔ بقول مولف آب حیات دہلی میں اپنے مکان پر  
 ۱۲۸۰ھ اردو زبان کی تاریخ میں سطر جان گلکرسٹ بھی ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اردو نثر نویسی کو فروغ دینے کا  
 سب سے پہلے شخص ہیں۔ ان کا تحت سر کا کہنی بہادر کی ملازمت میں ہندوستان بہتر اہل قلم تصنیف تالیف کی خدمت پر  
 مامور تھے خود ڈاکٹر گلکرسٹ نے بھی لستہ ۱۲۸۰ھ میں اردو کا ایک لغت تصنیف کیا تھا۔



بڑے ترک احتشام سے مشاعرے کیا کرتے۔ نواب آصف اللہ کے عہد میں عظیم آباد کے قیام پر مجبور کئے گئے  
 شاید کہ سیل اشک نے اسکو بہا دیا سینے میں اب تو خاک نہ پایا سراغ دل  
 کل جو ہم نے بچنے کے ساتھ سیر ویر کی روکھڑا یا تھا ہی پالیکن خدا نے خیر کی  
 یاس دغم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے بل بے سمانی تیری دل بھی عجب چیز ہے  
**برکت** - شیخ برکت اللہ متوطن عظیم آباد۔ اس باب کے بعض شعرا ان کے شاگرد تھے  
 ہے ترے سوا کون مرا پوچھے والا ہاں تجکو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ  
**بیتاب** - سنتو کہ رائے با شندہ عظیم آباد  
 خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے نصیب میں کسی کا قر کے یہ بلانہ کرے  
**بیتاب** - سید کلب علی ابن شاہ فیض علی متوطن عظیم آباد مجدد و علو پورا انکو کیا گری بھی شوق تھا  
 جلوہ گر ہے داغ اپنے یوں ل مایوس میں ہو فروزاں شمع جیسے پردہ قانون میں  
 بیقرار۔ خواجہ کاظم خاں متوطن عظیم آباد تلمیذ مرزا قدوسی خواجہ محمدی خاں  
 پوتے اور خواجہ عاصم خاں شوریہ کے بھتیجے تھے۔ سرکار کپٹی بہادر میں تحصیل داری کے عہدہ پر فائز تھے  
 گل چیں خبر تو ہونے دے اوس گلزار کو پھر آ کے ہم سلام کریں گے بہار کو  
 تمنا۔ مرزا علی رضا۔ شاگرد جو شش عظیم آبادی  
 آرام مجھے عشق میں دشوار رہتا پہلو میں اگر یہ دل بیمار نہ ہوتا  
 تنہا۔ شاہ محمد علی عرف محمد و حمید دہلوی مقیم عظیم آباد۔ شاگرد علی نقی محشر دہلوی  
 دست جنوں سے ٹکرے کرنا اسے بجا تھا کیوں پیر جن ہمارے ناحق گلے پڑا تھا  
**ثابت** - اصالت خاں۔ متوطن عظیم آباد۔ شاگرد مرزا قدوسی  
 ید بھیا سے ماہ کو باہم اوس کے وقت سلام میں دیکھا  
**شہر** - مفتی غلام محمد و خلف مولوی جمال الدین بھلواروی شاگرد مولوی آیت اللہ شہر  
 ابتدا میں مفکوک الحال تھے بالآخر کسی مقدمہ شرک کی بدولت انکو جاپیس ہزار روپے جرمانہ دیا گیا  
 آستیں جو ہو گئی دریا ہوا ماں اشک سے چشم یہ مجکو نہ تھی اسے چشم گریاں اشک سے  
**شہنا** - میر شمس الدین۔ متوطن کشمیر مقیم عظیم آباد شاگرد مشتاق

چمن ہر خندہ گل ہے وینا ہی اور تو ہی فغاں ہو نالہ ہی فریاد ہی ہزاری ہواویں ہو  
**جمال** - شاہ جمال حسین ابن حیدر علی رمنوی۔ متوطن عظیم آباد ۱۲۹۹ھ میں انتقال  
 کیا۔ ان کی قبر ڈھائی کنگرہ کی مسجد کے سامنے واقع ہے۔ کتاب پر قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ سال  
 وفات اس مصرع سے نکلتا ہے جان شہریں بوسل یار سپرد ہے  
 پہلے تو مد توں اوسے در کا فقیر تھا سنتے ہیں اب جمال نے بھی دل ہٹا لیا  
**جنوں** - شاہ غلام مرتضی ساکن شہسرام ضلع شاہ آباد شاگرد برکت صاحب دیوان  
 تری چشم مست سا قیام سیاہ مست جنوں ہوا کہے دو آتشہ طاق پر جو دھری تھی یوں ہی مری  
**حسن** - سید شاہ غلام حسن خلف شاہ امیر اللہ ابن سید شاہ خیر اللہ متوطن  
 قصہ بیٹو ضلع عظیم آباد۔ سلسلہ نسب حضرت اشرف جہانگیر قدس سرہ سے ملتا ہے جن کا مزار  
 قصبہ کچھوچھ ملک اودھ میں ہے حضرت شاہ محمد نعم قدس سرہ سے بیعت خلافت بھی حاصل تھی۔  
 ۱۱۵۰ھ میں انتقال کیا۔ مثنوی "کارستان عشق" اور اصناف سخن میں ایک ضخیم کلیات جو  
 تقریباً بارہ ہزار ابیات پر مشتمل ہے یادگار چھوڑا ہے  
 جلوہ دامن حسن اندر دل خود دیدہ است زندگانی را بسر در خود پرستی میسکند  
**حکیم** - حکیم احمد حسین عرف لکھی سوداگر عظیم آبادی خلیفہ شیخ فیض بخش تلمیذ راسخ  
 کچھ آج الجھتی ہے ہوا سے مری زنجیر کیا آئی ہوا کا کل پیچاں سے اُلجھ کر  
**حیدری** - حکیم غلام علی عرف شیخ جمال۔ حسین آباد (شیخ پورہ) میں  
 طبابت کرتے تھے۔ شاگرد مجرم و وفا۔ بقول "دی تاسی" اردو شاعری میں اسکا کوئی بانی  
 ہم کہیں وہم میں نہیں اوس کے لوگ کیا کیا گمان کرتے ہیں  
**خلاق** - مولانا صدیق حسین خلف قاضی عبداللہ مولانا دین اللہ امین کے نواسے تھے  
 مولد و وطن موضع نگر نہرہ ضلع عظیم آباد۔ اٹک سالہ دستور القواعد فارسی مطبوعہ اور ایک یوان علمی یادگار  
 چھوڑا ہے ۱۲۸۰ھ میں انتقال کیا مولوی حلیم الدین حسین مصنف سلم الافلاک (متوفی ۱۲۸۴ھ) ان کے بیٹے تھے  
 کشتی و سوختی و زردی خاک من بہ باد خود کو جواب پر شش روز حساب چسیت  
 سویت سفید گشتہ و خلاق غافل صبح از اتی و میدگر وقت خواب چسیت



راجہ - راجہ بہادر - خلف بہا راجہ شتاب رائے نائب  
دیوان نظامت بنگالہ - شاگرد اشرف علی خاں فغان سے  
یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہونچے ہم اولیٰ ملک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

### شیخ غلام علی راسخ

راسخ - تخلص - شیخ غلام علی نام - وہ نامور بزرگ ہیں جو ہندوستان کی  
دنیا سے شاعری میں ثانی میر تقی میر تسلیم کئے گئے۔

متاخرین تذکرہ نویسوں نے موضع سائین کو - جو عظیم آباد کے  
دس کوس کے فاصلے پر ایک دیہات ہے - ان کا مولد وطن قرار دیا  
ہے - ۱۱۶۲ھ میں کسی غیر مشہور خاندان میں پیدا ہوئے۔

ایام شباب سے یعنی تقریباً ۱۱۸۲ھ سے ۱۲۲۲ھ تک یہ  
عظیم آباد میں بہت کم رہے۔ اور اس زمانے میں یہاں ان کو لوگ  
بہت کم جانتے تھے۔ تذکرہ "گلزار ابراہیم" میں جس کو نواب علی ابراہیم  
خاں قلیل عظیم آدی نے ۱۱۸۲ھ سے لکھنا شروع کیا تھا اور ۱۱۹۸ھ  
میں تمام کیا - راسخ کے ایسے خوش گو شاعر کا کوئی تذکرہ اور  
کوئی ایک شعر بھی موجود نہیں - پھر اس کے بعد ۱۲۱۵ھ تک

۱۵ تذکرہ گل رعنا "مولفہ مولانا عبدالحی مرحوم ۱۲

"گلشن ہند" بھی ان کے تذکرہ سے خالی ہے - بعد کے تذکروں  
پایا جاتا ہے کہ غازی پور - لکھنؤ - دلی وغیرہ کی سیر و سیاحت  
کرتے رہے - ساٹھ برس کے سن میں ۱۲۲۲ھ میں عظیم آباد میں کر  
مستقل طور پر اقامت گزریں ہوئے - مگر پھر یہاں سے مونگیر بھاگلپور  
اور مرشد آباد میں قیام کرتے ہوئے کلکتہ پہونچے - مولوی راشد مفتی  
کے مہمان رہے - اور پھر ۱۲۳۲ھ میں عظیم آباد واپس آئے - اور  
۱۲۳۸ھ میں یا بقول "گارسن دی تاسی" ۱۲۳۸ھ میں ۷۶ یا  
۷۸ برس کی عمر پا کر ۲۲ جمادی الاخر کو اس دنیا سے انتقال کیا۔  
تذکرہ سخن شعرا میں شیخ راسخ کو مرزا قدوسی کا شاگرد  
لکھا ہے جو شاہ رکن الدین عشق کے شاگرد تھے - لیکن مطبوعہ دیوان  
کے ملاحظہ سے پایا جاتا ہے کہ خود راسخ نے جہاں کہیں لکھا ہے اپنے کو  
میر تقی میر کا شاگرد اور عقیدہ تمند بیان کر کے اکثر فخر و مباہات  
سے بھی کام لیا ہے - چنانچہ خود فرماتے ہیں ۷۰

راسخ کو ہی میر سے تلمذ یہ فیض ہے اون کی تربیت کا  
ہیں میر گذشتہ کے بدل حضرت راسخ اب ان کو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

۱۵ ان کی قبر لودھی کٹرہ میں مولوی محمد اسحاق مرحوم کے مکان کے  
پشت پر پچھم طرف قبرستان میں بتائی جاتی ہے - ۱۲



زندہ ہو نام میرا نسخ سے کون ہو شاعروں میں ایسا آج  
 شاگرد ہیں ہم میرے استاد کے نسخ استادوں کا استاد ہوا  
 مایہ سخن اب کون ہو ہم سارا نسخ شاہ اقلیم معانی ہوئے ہم میر کی طرح  
 کروں کیونکر نہ میں را نسخ مباحث کہ ہیں استاد میرے حضرت میر  
 نسبت تو اسی تھی را نسخ کو تلمذ کی وہ میر جو استاد اس شعار کے فن کا تھا  
 ان مقطعوں کے دیکھنے سے کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ  
 خود را نسخ بھی اپنی نسبت شاگردی کو میر ہی کے ساتھ مسلم رکھنا  
 پسند کرتے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے قدوسی سے بھی کسب سخن ضرور  
 کیا تھا۔ بہر حال حقیقت یہ ہو کہ شاگردی کا اعتراف کرنے کے باوجود  
 را نسخ کو میر کی ہمسری پر بھی قناعت نہیں ہو چنانچہ خود فرماتے ہیں  
 نظیری اور شغائی کا جو بدل را نسخ یہ اوس کا فخر نہیں گر نظیر میر ہوا  
 ۱۵ اور سنل ہلک لا بریری پٹنہ میں را نسخ کی قلمی بیامن خود ان کے ہاتھ کی لکھی  
 ہوئی موجود ہے۔ جس میں متعدد ایسے اشعار بھی ہیں جو مطبوعہ دیوان میں نہیں پائے  
 جاتے۔ ان اشعار پر خود حضرت را نسخ نے ”نیا بد نوشت“ لکھ دیا ہے اور غالباً ہی وجہ  
 کہ یہ اشعار مطبوعہ کلیات میں داخل نہیں کئے گئے۔ انہیں اشعار میں ایک یہ شعر  
 ہے جس سے قدوسی کی شاگردی کا اعتراف پایا جاتا ہے۔  
 شاگرد ہیں گے حضرت قدوسی کے بشمار را نسخ ہیں ایک ہم بھی دے کس شمار میں

رسالہ ”نوائے وطن“ میں حضرت شاد مرحوم نے را نسخ کو  
 مرزا شہر (تلمذ تحقیق) کا شاگرد بیان کیا ہے۔ لیکن اس کا کوئی  
 ثبوت نہیں ہے۔

مطبوعہ کلیات را نسخ میں شروع میں نو دس قصیدے اور  
 چند قطعات ہیں۔ جن میں چند قصیدے نواب آصف الدولہ اور  
 غازی الدین حیدر کی تعریف میں بھی ہیں جب وہ نواب وزیر تھے۔  
 قصیدے کے یہ مرد میدان نہ تھے۔ یہ قصاید غالباً قیام لکھنؤ کے  
 زمانے میں کہے گئے ہیں۔ ورنہ عام طور پر ان کا دامن درباری  
 تعلقات سے کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ قصاید کے بعد غزلوں کا دیوان  
 ہے جو ان کے کلام کا اصلی جوہر ہے۔ ابتذال مضامین سے ان کا  
 کلام بالکل پاک ہے۔ کنگھی چوٹی۔ بوس و کنار اور ضلع جگت کے  
 بھڑے زپورات کی ان کے عروس کلام میں کہیں جھلک بھی دکھائی  
 نہیں دیتی۔ ان کے کلام میں سوز و گداز کے ساتھ لطف و رنگ  
 بہت نمایاں ہے۔ اور فلسفیانہ رنگ بھی اکثر پایا جاتا ہے۔ ثقاہت  
 متانت معنی میں یہ اپنے استاد میر سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں اور  
 عشق حقیقی کے پاک جذبات کے بیان میں یہ اون سے آگے ہیں۔  
 را نسخ نہ صرف سرفراز شعرائے بہار ہیں۔ بلکہ اقلیم سخن میں میر و درو



کی طرح تمام ہندوستان کے لئے مایہ افتخار ہیں۔

غزلوں کے علاوہ آخر میں قابل دید پندرہ مختلف ثنویاں تقریباً ڈھائی سو صفحوں پر ختم ہوئی ہیں۔

بقول مولانا حسرت موہانی۔ ان سب ثنویوں کا انداز میر کی ثنویوں سے اس قدر ملتا جلتا ہے کہ دونوں میں تمیز بھی مشکل ہو سکتی ہے۔ اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

بے مدعا ہوں یہ بھی ہر ایک مدعا دل اس قید مدعا سے نہ کوئی رہا ہوا  
ضبط گریہ تو ہر پرل پہ جو ایک چوٹی ہے قطرے آنسو کھپکھپاتے ہیں دو چار ہونڈ  
آزمائے وہ ہمیں رتبہ کہاں یہ اپنا امتحاں کے نہیں ہم آہ سزاوار ہونڈ  
نہیں ہوشی الوں پہ کچھ حسد مجھے رشک ہے تو انہوں پہ ہے

جنہیں ترے جلوہ کے سامنے مری طرح بے خبری رہی

تا خواب مرگ ذکر تھا ان کا زبان پر نیندا آگئی ہیں تو اسی داستان پر  
اپنا بھی ماجرے دل ایک مریہا ہو بے اختیار روتے ہیں لوگ اس بیان پر  
ایک بار دل ہو آدو عالم سے اٹھ گیا بیٹھے ہیں آن کر جو ترے آستان پر  
راستخ یہ کیا ہو عشق کو بدنام مت کرو عاشق ہوا و مرتے ہو نام و نشان نہ  
اور جان مجھ کی بیاں کیا ہو حقیقت عکس آئینہ میں جس کا نمودار نہ ہو

۱۔ رسالہ اردو لے معنی۔ بابت مئی ۱۹۷۷ء

اس قدر بو قلموں جلوہ ہو محبوب اپنا کوئی بھی اوس کی تجلی نہیں تکرار کے ساتھ  
محتاج سیاحت کا نہیں عارف کامل دریا کے تئیں آپ ہی میں سیر و سفر  
دل کے آگے کیوں بڑھاتا اور طلبگار وصال پھر اوڑھ ہی جا وہی گھر جلوہ گاہ تھا  
خلعت سر آدھر کے جو ہیں فروغ بخش اغلب یہی کہ شب کو چراغ اور گھر نہ ہو  
ہو عزم ترک ہستی وجہ دوام ہستی جیسے ہی جی فنا ہو گرے بقا کی خواہش  
میری متاع عجز بھی کی ناپسند ہے بوئے کہ اس متاع پہ خجکو غور تھا  
پردہ کب آسان رو دل رہا سے اٹھ گیا تب اٹھاواں پردہ جب میں مسکائی گئی  
مدعا عالم سے اپنا ہی فقط دیدار تھا دید کو اپنے یہ آئینہ اوسے درکار تھا  
حاجت کا بدل چاہت تھیں راستح تم مزد کے خواہندہ ہو مزدور ہو صاحب  
طالبان یا کی منزل تو غیر از دل نہیں کعبہ کہتے ہیں جسے سوراہ ہو منزل نہیں  
سیلیمان۔ سلیمان خاں۔ موطن دہلی۔ مقیم عظیم آباد۔

اشرف علی حساں فقہاں کے شاگرد تھے۔

نظر آئی خابندی مجھے کس گل کے پتھوں کی کہ اشک سرخ سے کاسہ ہوا مہو آکھو کجا  
ضمیمہ۔ کنور پیر لال۔ خلف الرشید راجہ پیارے لال  
افضی۔ مولد و مسکن شہر عظیم آباد۔ درسیات فارسی و عربی میں  
فارع التحصیل۔ علم ہیئت و ہندسہ و اقلیدس وغیرہ میں بھی دخیل  
تھا۔ چند سال محکمہ پور ڈکشنری و ایفون میں سر مشہد داری کے عہدہ پر



سقدر بوقلموں جلوہ ہی محبوب اپنا کوئی بھی اوس کی تجلی نہیں تکرار کے ساتھ  
 محتاج سیاحت کا نہیں عارف کامل دریا کے تئیں آپ ہی میں سیر و سفر  
 دل کے آگے کیوں بڑھاتا تو اے طلبگار وصال پھر اودھ ہی جا وہی گھر جلوہ گاہ یار  
 غلٹ سر آدھر کے جو ہیں فروغ بخش اغلب یہ ہے کہ شب کو چراغ اوج گھر نہ ہو  
 ہو عزم ترک ہستی وجہ دوام ہستی جیسے ہی جی فنا ہو گر ہی بقا کی خواہش  
 میری سماع عجز بھی کی ناپسند ہائے بوئے کہ اس متاع پہ تجھ کو غور تھا  
 پردہ کب آسان رکھو دل رہا سے اٹھ گیا تب اٹھاواں پردہ جب میں مسیاں اٹھ گیا  
 مدعا عالم سے اپنا ہی فقط دیدار تھا دید کو اپنے یہ آئینہ اوسے درکار تھا  
 طاعت کا بدل چاہے جنت تمہیں راسخ تم مرنے کے خواہندہ ہو مرنے کا صاحب  
 طالبان یا نہی منزل تو غیر از دل نہیں کعبہ کہتے ہیں جسے سوراہ ہو منزل نہیں  
 سلیمان - سلیمان خاں - متوطن دہلی - مقیم عظیم آباد -  
 اشرف علی خاں فقہاں کے شاگرد تھے  
 نظر آئی خانبندی مجھے کس گل کے ہاتھوں کی کہ اشک سرخ سے کاسہ ہوا مہر آکھو کا  
 ضمیر - کنور ہیر لال - خلف الرشید راجہ پیارے لال  
 الفتی - مولد و مسکن شہر عظیم آباد - درسیات فارسی و عربی میں  
 قاری تحصیل - علم ہیئت و ہندسہ و اقلیدس وغیرہ میں بھی دخل  
 تھا - چند سال محکمہ پورڈکشن و ایفون میں سر مشہد داری کے عہدہ پر

ممتاز رہے - بطور تفتن طبع غزل گوئی کا بھی شوق تھا ۱۲۵۹ھ میں انتقال کیا  
 از سینہ سوزاں بہ فلک نالہ فرستیم وز دیدہ گریاں بہ زمیں نزالہ فرستیم  
 تانیک نشانش دہد از صورت عالم نامہ نویسیم و گل لالہ فرستیم  
 طیش - مرزا جان - متوطن دہلی - حسب الطلب نواب  
 گورنر جنرل کلکتہ آئے تھے - بعد مراجعت عظیم آباد میں آکر مقیم ہوئے  
 اور یہیں سے راہی ملک عدم ہوئے - صاحب دیوان تھے  
 باغ عالم میں اوس شوخ نے پائیں لکھیں پوچھو ز گس سے کہ ایسی نظر آئیں آنکھیں  
 عاجز - میر غلام حیدر - متوطن دہلی - مقیم عظیم آباد -  
 شاہ قدرت اللہ قدرت کے شاگرد تھے  
 سوزش داغ کی میرے جو خبر گرم ہوئی مہر سر کھوئے ہوئے مارے جلن کے نکلا  
 عاشقی - آغا حسین قلی خاں - خلف آغا علی خاں قاپار -  
 وطن اصلی خراسان تھا - عظیم آباد میں پیدا ہوئے - سکندر آباد میں  
 تحصیل داری کے عہدہ پر مامور تھے - تذکرہ "نشر عشق" جس میں چودہ سو  
 شعرائے ایران و ہندوستان کا تذکرہ ہے - انہیں کی تالیف سے ہے - مولانا  
 وجیہ الدین عشقی کے شاگرد تھے  
 جس کے میں پوچھوں ہوں مزار عشق کیا رور کے یہ کہتا ہے کہ کچھ کہ نہیں سکتا  
 عسکری - سید محمد عسکری - خلف سید خورشید علی خورشید بلگرامی



سلسلہ ابوالعلائیہ سے منسلک تھے۔ اور مولف تذکرہ "آفتاب عالمتاب" کے زمانہ تک حیات تھے۔ راسخ عظیم آبادی سے تلمذ تھا۔  
درساغریہ پادہ و دردیدہ پنخا ہر جا اثر نرگس جادوئے قدیم  
کل چین میں مری اشکوں سے بھر آئیں آنکھیں یاد نرگس نے مجھے اون کی دلائیں نکھیر

### شاہ محمد ابوالحسن فرد

معروف بہ فرد الاولیا و خلف و جانشین حضرت شاہ محمد نعمت اللہ ولی۔ سجادہ نشین پھلواری۔ سلسلہ احمدی میں پیدا ہوئے جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ فقہ۔ تفسیر۔ طب۔ اصول حدیث۔ معقول۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت و ہندسہ سب میں اعلیٰ دستگاہ حاصل کی تھی۔ ابتدا میں اپنی غزلیں اپنے چچا زاد بھائی سیدی شاہ محمد نور الحق طپاں کو دکھاتے تھے۔ دو دیوان ضخیم فارسی کے آپ کی یادگار سے مطبوعہ ہیں۔ ۱۲۴۰ محرم ۱۲۶۵ء میں انتقال کیا۔

نکاح مست تیری کس قدر خونریز عالم ہو  
عجب آنکھوں کو تیری نرگس برباد کہتے ہیں  
عشق نے رسوا کیا یہاں تک مجھے نام سے میرے حیا کو تنگ ہو  
غم قہقہہ۔ سید علی بخش عرف سید امیر جان خلف سید کریم بخش  
مولد دہلی۔ بارہ برس کے سن سے اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ عظیم آباد میں

آکر اقامت اختیار کی۔ ابتدا میں میر محمد مہدی عیسیٰ سے استفادہ سخن کیا۔ آخر میں ناظر وزیر علی عیسوی کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے تازہ پامال خرام زہدوش تو ام من خراب جلوہ سرو قبا پوش تو ام کیا پوچھتے ہو ہم نفسو ما جراسے دل کا ٹکڑا سا کچھ ٹکڑا ہی پہلو میں جانے دل فیض۔ نواب جعفر حسن خان۔ خلف نواب محمد علی خاں رئیس عظیم آباد۔ شاگرد مصحفی۔ خط نستعلیق و شفیعیات میں بھی اچھی بہار رکھتے تھے۔

فیصل اب اس کو ندامت ہو نمک پاشی سے تیرے زخموں نے عبت اس پر شکر خند کیا  
رشتہ تبسیم اپنا ہو گیا تار نفس ذکر ہو موقوف تیرا گریہ دم بھر ٹوٹا  
مے پینے کی ہمت تو دے سکتا نہیں لیکن آنکھوں میں گلابی سا دورا نظر آتا ہو  
قصیر امیر اللہ۔ باشندہ عظیم آباد۔ تحصیل علم کے لئے لکھنؤ گئے تھے اور فن شاعری میں ناظر ملکین سے تلمذ اختیار کیا۔

رفعی نعمت لے لگا رہا باقی ست داغ تو بیاد گار باقی ست  
افسوس کہ دست کو شش ما از کار گذشت و کار باقی ست  
کشتہ۔ مرزا محمد علی۔ متوطن عظیم آباد۔ تجارت پیشہ  
تذکرہ "آفتاب عالمتاب" کی تالیف کے زمانہ میں ان کی عمر پچاس سال کی تھی۔



میشود رنگیں زخون غنچہ دامان نسیم چوں نگیرد نالہ بلبل گریبان نسیم  
 لطف - مرزا علی ولد کاظم بیگ خاں ہجری تخلص - متوطن  
 استر آباد - والد ان کے ۱۲۵۰ھ میں نادر شاہ کے ساتھ ہندوستان  
 آئے - بقول مولف تذکرہ "سخن شعرا" مرزا علی لطف نے عظیم آباد  
 کے اطراف میں سکونت اختیار کی تھی - "کچھ دنوں دکن میں نواب اعظم الامل  
 رسلو جاہ کے یہاں ٹھہرے سو روپیہ ماہوار پر ملازم رہے - کچھ دنوں  
 لکھنؤ اور مرشد آباد میں بھی رہے - صاحب "گلشن بے خار" نے ان کو  
 شاگرد میر تقی میر اور صاحب "سخن شعرا" نے شاگرد مرزا رفیع سودا  
 لکھا ہے مگر ان دونوں باتوں میں کسی کا ثبوت نہیں پایا جاتا -  
 ان کا تذکرہ "گلشن ہند" جو زیادہ تر "تذکرہ گلزار ابراہیم"  
 سے ماخوذ ہے ۱۲۱۵ھ میں مرتب ہوا - اور ریختہ کی قدیم نشر کا نمونہ  
 ہے - ریختہ میں اس کے پیشتر کوئی تذکرہ سوائے تذکرہ عشق و شوق  
 عظیم آبادی کے لکھا نہیں گیا تھا - ۵  
 دیکھ کل تھیں مری رو کے لگا کہنے طبیب کبھی میں نے قویہ آثار نہ دیکھا نہ سنا  
 نہ پوچھی ضعف کب تک دعا و گزہ رسد در قبول تو اس آرزو میں باز رہا  
 ہو گئی زنجیر یا ربی و ذلک پر شکن ورنہ دل تجھ سے کو دیتا کیا کوئی دیوانہ  
 ساقی لگا دے خم مرے ہمت سے کہ بار بار احسان کن کھینچے سبب و را یاغ کا

خاموشی ہماری کے تئیں سحر ہی جاتو گو ہم کو لگا لینے کا و سب کچھ نہیں معلوم  
 محبتوں - باشندہ عظیم آباد - ان کا نام اور کچھ حال  
 معلوم نہ ہوا - میر ضیا کے شاگرد تھے ۵  
 دن میں سو سو بار اس کے روبرو جانا چکے اس میں سودائی کہے یا کوئی دیوانہ  
 محضروں - میر ناصر جان محمدی - خلف سید محمد نصیر تہ تیغ  
 دہلوی - ریاضی میں کمال رکھتے تھے - عظیم آباد میں انتقال کیا اور  
 دہلی میں مدفون ہوئے ۵  
 نہ تو نامہ ہجرت پیغام زبانی قاصد حیف محضروں مجھے یارانِ وطن بھول گئے  
 محضروں - حکیم ابوالحسن - باشندہ عظیم آباد شاگرد  
 راسخ - ۱۲۸۵ھ کے قریب انتقال کیا - ۵  
 اشیاء ایسا آٹھ لاکھ ہاں دورہ عند لیب خذہ گل ایک دن برق چمن ہو جائیگا  
 ہم جو جاہیں بھی کچھ اوسک تو اوہیں کچھ جاہیں ماسوائے نہیں کچھ کام طلبکاروں کو  
 محسن - خواجہ محمد محسن خلف خواجہ آفتاب احراری  
 نقشبندی - رئیس عظیم آباد - شاگرد راسخ عظیم آبادی ۵  
 ناوک مرگاں تیرے ہمت نہ موزوں گا کبھی صوٹ غریباں گر چمن کر یہ تن ہو جائیگا  
 یس اب دور بھی ایک نظر دیکھ چکے پاس اختیار پہنچا ہو تو اوصرد دیکھ چکے  
 منشیا - سرزا احمد - سید افتخار احمد خاں کے داماد تھے -



عظیم آباد میں آکر اقامت اختیار کی۔ بقول مولف "حیات فریاد" ان کو ایک تبت یہ تھا کہ اپنے کو حضرت ہمدی آخر الزماں کا نائب کہتے تھے۔ اور اس دعویٰ کی دلیل میں سلکھیا اور دیگر زہر چبا کر کھا جاتے تھے اور زہر کے بعد چھپا کر فاد زہر بچانا کہہ جیتے تھے وہ خدا علم بالصواب سے پھینک دیا جو جہاں قبر میں اب بھرنایا وہ جہازہ ہی نہ دیکھیں تو مرانا کیا **منصف**۔ منصف علی خاں۔ باشندہ عظیم آباد۔ قوم امتحان شاگرد نظام خاں معجز۔

خیال جاگتا کیونکہ میر سینے سے جدا ہوا ہی کہیں نقش بھی نکلنے سے **مہاروی**۔ نواب ہمدی علی خاں۔ خلف نواب جعفر حسن خاں فیض رئیس عظیم آباد۔ شاعر و راسخ عظیم آبادی۔ جب شگفتہ لالہ خونیں کفن ہو جائے گا بے ستوں پر تازہ خون کو بہن ہو جائے گا جو محیط اس مرتبہ تک فیض اور کئی نور کا ہر شہر ہو سنگ میں ہر سر چراغ طور کا **نثار**۔ میر افضل علی۔ باشندہ عظیم آباد۔

یہی خوف رہتا ہے بسمل کے دل میں ترجمہ آجائے قاتل کے دل میں لے صبا جاکے تو اتنی تو خبر کر کہ نثار آستانے پر کھڑا ہی تیرے سر ہاتھیں ہی **وجہ**۔ سید شاہ امیر الدین ابن حضرت سید شاہ ولی اللہ شاہ شہر حضرت مخدوم الملک۔ بہار شریف۔ سلسلہ احمدی میں پیدا ہوئے

شعر گوئی کا ذوق کم سنی سے تھا۔ فارسی کے دو ضخیم دیوان مشتمل بر اصناف سخن چھپ چکے ہیں۔ آپ فارسی میں تطلوہم اور اردو میں و جہر تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۲۸۷ھ میں ہوا۔

کلام اردو کا مجموعہ ایک دیوان اور دو مثنویاں ہیں۔ اس مقام پر صرف اردو غزلیوں کا انتخاب درج ہے۔

جب کہ وہ فضل نے اس کی مدد کی سیدھا کسی سے طالع واروں نہ ہو سکا دھواں اٹھا تھا نہ جب کہ جگر سے عاشق کی پیچ و تاب کہاں زلف پر شکن میں تھا

بے یار کے۔ جینے سے تو مرنا ہی بھلا ہے اب جان میری تن سے نکل جاؤ اچھا وہ لوگ آئے گئے جنہیں تھا پاس دوستی اب دہریوں وفا کا فقط نام رہ گیا کب ل میں جس باطل یوں جلوہ گر ہو گیا گر شاہد حق اپنے پیش نظر ہو گیا

تماشا ہو کہ جس کو چشم عالم سے نہاں پایا اسی جلوہ حسن نہاں ہر میں عیاں پایا رولایا چٹکیاں لے لیکے اتنا وجد پیر چنے لگا کے گدگدی جتنا جوانی نے ہنسایا تھا

بیقراری دل سے ہوں مجبور اس میں کچھ اپنا اختیار نہیں بند میری ہی زباں کیا یار کی محفل میں شمع سے پروانے سب کی دل ہی دل میں مرے روی کی حالت دیدہ یقیناً جانے ہو حقیقت درد کی ہمدردی کچھ خوب جانے ہو

و حشری۔ میر بخشی۔ متوطن دہلی۔ مقیم عظیم آباد۔ اپنے ملنے سے منع مت کر تو اس میں بے اختیار ہی یہ دل



وحشی - شاہ بخشش حسین - خلف شاہ احمد حسین متوطن  
موضع تکاروہ - ضلع عظیم آباد - مولد قصبہ شیخ پورہ - آبا و اجداد  
مشائخ عظام ہیں تھے - علم عروض و قوافی اور محسنات و بدایع  
میں کامل دستگاہ حاصل تھی - آخر عمر میں لکھنؤ گئے تھے اور کچھ دنوں  
کے بعد ۹ ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ کو وہیں انتقال کیا ہے

صد خضر میر جاہ زرخیزان تو پابند یوسف بد غم کاکل بچاں تو پابند  
ہیں ہر دل وحشی خستہ کہ فوٹش ناصر ہر گوشہ داماں تو پابند

یاس - مولوی الوری علی - مفتی عدالت قصبہ آرہ - ولد  
شیخ محمد حیات - شاگرد راسخ عظیم آبادی - مصوری و نغمہ برداری  
اور ساز نوازی میں اچھی دستگاہ تھی - مگر بعد تحصیل علوم ان چیزوں سے  
کنارہ کش ہو کر کمالی دہ و تقویٰ کے ساتھ اوقات بسر کرتے رہے - دیوان  
فارسی چھپ گیا تھا تقریباً ۱۲۸۵ھ میں انتقال کیا ہے

کیونکر کہیں سیرتیں رسوائہ کریں گے شادیہ وہاں یہیں تو کیا کیا کریں گے  
مرغان چمن سب ہی شاخوں ہیں گل کے پر نہیں معلوم کہ ہر کان ہیں گل کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
**تیسرا دور**  
طبقہ متوسطین

۱۲۵۱ھ سے ۱۳۰۰ھ تک  
(برترب حروف تہجی)

احسن - ناظر علی احسن - ساکن علی گنج سیوان ضلع  
سارن - سال گذر میں صغیر بلگرامی کے شاگرد ہوئے - ایک دانشور  
بھی ان کی تصنیف سے ہے -

کوچہ میں کیوں ہجوم ہیں ارباب یکے اب ماہ تو تمہیں تو نہیں چاند عید کے  
آحمد - سید احمد حسین رضوی عرف کلومیان ولد سید  
رضا حسین رئیس عظیم آباد - کوچہ چوالاں - ۱۲۹۲ھ میں صغیر بلگرامی  
سے تلمذ اختیار کیا ہے

رگوں میں بے خودوں کی خون نظر چھلے ہیں نخلی برمداد بیاچنے میں پیر گھڑوے  
آشنا - مولوی عبدالکریم - متوطن مونگیر - فوت ویم



حکومت میں منشی تھے ۱۲۸۳ھ میں انتقال کیا ہے

جو قطرہ خون کا مردل کے داغ چمکا تو گویا شعلہ ترایک چراغ سے ترپکا

اصدقی میر جان علی ساکن مفتی گنج ضلع پٹنہ شاگرد

صفیر بلگرامی - شاہ غلام اصدق صاحب کے مرید تھے

ہم رکھتے ہیں نون عکرم آئینہ کی کیفیت رخ روشن ہاں دس دل روشن یہاں اپنا

اصغر - سید محمد اصغر ابن سید حسین بلگرامی مقیم آ رہ - سید

محمد ہدی خیر بلگرامی کے بھانجے تھے - اور صاحب دیوان تھے

حضرت صفیر بلگرامی سے تلمذ تھا ہے

آج کہدس گے ساری محفل میں بات جو ہم نے رکھی ہے دل میں

جگر سے خوں - دل آہ - آنسو دیدہ دہرے جناب عشق کی جاری ہو یہ تحصیل گھر گھر

آصف - سید آصف حسین رئیس عظیم آباد - شاگرد

مولانا وحید ار آبادی ہے

دل میں جو بے ثباتی دنیا کا ہولیں بھونے سے کوئی نام نہ لے عروبا کا

آظہر - انظر علی خاں متوطن دانا پور ہے

اٹلے نقاب سے جو اوس رخسار کا کھل جائے عقدہ اشہد ان لالہ کا

اکبر - سید محمد اکبر بلگرامی - مقیم آ رہ - شاگرد صفیر بلگرامی

سید محمد اصغر کے بڑے بھائی تھے ہے

کما تات غفلت میں ہو جاگوئے اکبر وہ سوجا کے تکریم میں جو سوتے تھے چھپرکٹ

اکرام - سید اکرام الدین ساکن داؤد نگر علاقہ بہار

شاگرد صفیر بلگرامی ہے

شہرہ یہ ہو رہا ہی زمین و زمین میں آج ثانی نہیں کوئی مراد یوانہ میں آج

آفت - لالہ اننت رام - متوطن عظیم آباد ہے

کچھ غم نہیں فراق کے روز سیاہ کا ہی دل میں عشق ایک بت رشک کا

آہی - الہی بخش باشندہ عظیم آباد ہے

معتوق جانشا نہیں عاشق کے دل کا لطف یوسف کو کیا مزا ہے زلیخا کی چاہ کا

آمام - سید امام الدین - متوطن عظیم آباد محلہ بودی کٹرہ

شاگرد مولانا وحید ار آبادی ہے

روز حساب دیکھے ہوتا ہو کیا حساب جب کچھ یہاں حساب نہیں ہو گناہ کا

بھرتا میں اس کو خوب گل حسن یارے مشکل ہے کہ تنگ ہو دامن نگاہ کا

امیر - سید امیر احمد بلگرامی - حضرت صفیر کے خالہ زاد بھائی

اور شاگرد تھے ہے

کیا خبر اتنی تجھے اوستم ایجاد نہیں آج پہلو میں ہائے دل ناشاد نہیں

امیر - سید محمد نواب خلف نواب حاجی سید محمد تقی خاں

صاحب رئیس اعظم مظفر پور ۱۲۸۶ھ میں صفیر بلگرامی کے شاگرد تھے



دیوان ردیف وار مرتب تھا ۵

جب بھٹکنے ہم لگے شہرتاں میں امیر حضرت دل خضر بکر راہ بتلانے لگے  
انجم۔ مولوی عبدالحق۔ متوطن شیخ پور پرگنہ سکندر پور۔  
مرزا رجب علی بیگ سرور لکھنؤی۔ مصنف "فسانہ عجائب" کے شاگرد  
تھے۔ شریکاری میں اچھی مہارت حاصل تھی۔ کنور سکھراج بہادر راجپوت  
نے ۱۸۷۵ء میں جو مشاعرے کئے تھے ان کے گلدستوں پر تقریظیں انہیں  
دی گئی ہوئی ہیں ۵

نوبلی میں نہ شعلے میں نہ سیلاب میں بے قراری جو ہمارے دل بے تاب ہیں  
انور۔ مرزا انور علی متوطن عظیم آباد۔ ۱۸۹۵ء میں حیات ۵

لائی نہ کبھی پیرہن یار کی خوشبو لے باد صبا چل مرے آگے سے ہوا  
ہر سمت ہو جلوہ لگن یار کی صورت آئینہ خاطر میں اگر کچھ بھی جلا ہو

باقر۔ سید شاہ باقر حسین۔ خلف سید شاہ وارث علی  
اشکی۔ متوطن موضع پیر بگیہ ضلع گیا۔ فارسی کے ذہنی کماں شاعر تھے  
حضرت غالب سے تلمذ تھا۔ یہ اشعار ان کی طرف منسوب ہیں ۵

شکل تصویر ہو خاموش تماشا کیا ہو بیٹھے بیٹھے کچے جاتے ہو یہ نقشہ کیا ہے  
تمہاری دید کی حسرت میں کچھ جان جا گیا خلی بہا سنگی آنکھیں غل جا رہا دم اپنا  
کلیجہ تھامے ہاتھوں مرے گھر روز آوے کسی نواثر دکھلاؤ میکا اندوہ و غم اپنا

باقر۔ باقر حسین۔ اصل نام وجیہ الدین ہے۔ شاگرد

حضرت وحید آبادی ۵

دیر درم سے جس کل زیادہ ہو مرتبہ سنتے ہیں دل ہو نام اوسی بارگاہ کا

باقر۔ منشی باقر رضا ولد قاضی اکبر علی منصف پٹنہ۔

مولوی عصمت اللہ آتشخ کے شاگرد تھے ۵

روز وعدہ کرنے ہو آنے کا پرآتے نہیں قول کب پورا ہو صبا تم سے فقرہ باز کا

باقر۔ سید باقر حسین رئیس مظفر پور ۱۸۷۵ء میں صغیر

بلگرامی کے شاگرد ہوئے ۵

بچکیاں آتی ہیں پیہم دم فریاد مجھے ہم صغیر وں کہیں آج کیا یاد مجھے

بحر۔ نواب احمد علی خاں رئیس عظیم آباد محلہ سنگی دالان

ناتخ سے تلمذ تھا ۵

کشتی نوح بھی آئے تو نہ ساحل نصیب دیدہ ترے کیا میرے وہ طوفان سدا

۵ مولوی عصمت اللہ آتشخ متوطن ہو گلی۔ مولوی عبدالغفور نسلخ

کے شاگرد تھے۔ رسالہ "طوار غلط" جس میں تمام اساتذہ لکھنؤ کے کلاموں پر

اعتراضات ہیں انہیں کی تصنیف سے ہو۔ ۵

بلوہ گزلف ہوا دس یار کے رخساروں یا کہ گھٹکھوڑھا چھائی ہو گلزاروں پر

نحت دل میں سر مرزاں پریاں اموا آتشخ پھول لار کے نمودار ہیں یا خاروں پر



باقر - باقر حسین - اصل نام وجیہ الدین ہے - شاگرد

حضرت وحید آبادی ہے

دیر درم سے جس کا زیادہ مرتبہ سنتے ہیں دل ہو نام اوسے بارگاہ کا

باقر - منشی باقر رضا ولد قاضی اکبر علی منصف پٹنہ -

مولوی عصمت اللہ آتشخ کے شاگرد تھے

روز وعدہ کرتے ہوئے کا پرآتے نہیں قول کب پورا ہو صبا تم سے فقرہ باز کا

باقر - سید باقر حسین رئیس منظر نوچر شاہ میں صغیر

بلگرامی کے شاگرد ہوئے

بچکیاں آتی ہیں پیہم دم فریاد مجھے ہم صغیر وں کہیں آج کیا یاد مجھے

بحر - نواب احمد علی خاں رئیس عظیم آباد محلہ سنگی دالان

ناستخ سے تلمذ تھا

کشتی نوح بھی آئے تو نہ ساحل نصیب دیدہ ترے کیا میرے وہ طوفان پلا

مولوی عصمت اللہ آتشخ متوطن ہو گئی - مولوی عبدالغفور نسلخ

کے شاگرد تھے - رسالہ "طوار غلط" جس میں تمام اساتذہ لکھنؤ کے کلاموں کے

اعتراضات ہیں انہیں کی تصنیف ہے -

بلوہ گزلف ہوا دس یار کے رخساروں پر یا کہ گنگوڑا چھا جانی ہو گلزاروں پر

نحت دل میں سر مژگاں پر عیاں اموا آتشخ پھول لار کے نمودار ہیں یا خاروں پر

بکر - راجہ گنگا پرشاد - رئیس عظیم آباد - شاگرد

گل محمد خاں ناطق کرانی ہے

ناخدا ترس تباں اندک از سنگدلی شیشہ دل نہ شکستند وہاں دم دادند

بسم - منشی منوعل - متوطن عظیم آباد - قوم کا بیٹھ

دیکھا کبھی نہ بھر نظر اس خوف سے او نہیں دھبا لگے نہ گورے بدن پر نگاہ کا

بشیر - منشی بشیر الحق - رئیس قصبہ بارٹھ - ضلع عظیم آباد

شاگرد حضرت وحید آبادی ہے

زخمی ہوا ہر پھر کوئی تیغ نگاہ کا سنتے ہیں آج دیر سے غل آہ آہ کا

بیجان - شیخ الہی بخش - دانا پور میں ڈاکٹری کرتے تھے

حافظ ضعیف کے شاگرد تھے -

شاعروں کی ہمت پر آسماں بھی حیراں ہے یعنی وہ بدلتے ہیں جب زمیں پرانی ہو

بیکس - مرزا محمد - ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا - سید

انشاء اللہ خاں کی بھو میں یہ رہا غی ان کی طرف منسوب ہے

حافظ اکرام احمد ضعیف - متوطن رام پور - تلمیذ احمد حسین راحت

بڑے نامور اور باکمال شاعر تھے - اردو اشعار میں صنائع و بدائع حبقداران کے

کلام میں پائے جاتے ہیں کمتر شعرا کے کلام میں دیکھے گئے - صوبہ بہار و بنگال میں

ان کے شاگردوں کی بہت کثیر تعداد تھی - پچاس برس کی عمر میں ۱۳۸۸ء میں انتقال کیا



آپ کے والد ماجد مولانا احمد اللہ صاحب اور ان کا خاندان علمی اور تاریخی دونوں حیثیت سے ہندوستان میں ممتاز رہا۔ ۱۸۵۷ء کے عذر کے بعد جب گورنمنٹ کی طرف سے وہابیوں پر مقدمہ بغاوت دائر ہوا تو اسی سلسلہ میں آپ کے والد ماجد مولانا احمد اللہ صاحب کو بھی ۱۸۶۵ء مطابق ۱۲۸۱ھ میں مع دیگر اراکین صا د قپور کے حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ اور موروثی جائیداد بھی ضبط ہو گئیں تو آپ نے محلہ خواجہ کلاں میں سکونت اختیار کی۔ آپ کو معقول و منقول دونوں میں بہرہ کامل حاصل تھا۔ علم ادب میں ایسی اعلیٰ دستگاہ تھی کہ سولہ برس کی عمر میں عربی میں دو قصیدے۔ ایک لغت میں۔ اور ایک امام وقت حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی کی مدح میں لکھے تھے۔ جن کی علمائے ہند نے داد تحسین دی۔ دور گزشتہ میں جتنے لوگ اہل صا د قپور میں ذی علم تھے وہ سب آپ ہی کے خرمین علم کے خوشہ چین تھے۔ درس و تدریس کا شوق آخر عمر تک رہا۔ ذہن و ذکا اور طبی معلومات میں بھی مشہور آفاق تھے۔ علوم عربیہ کے ساتھ طب قدیم کا فیض اس وقت تک اس دیار میں آپ کی ذات بابرکات سے جاری ہے۔ آپ کے کوئی اولاد نریمہ نہ تھی۔ دونوں نواسوں یعنی حکیم قہیم الدین محمد

مرحوم۔ اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد عظیم سلمہ اللہ تعالیٰ کو بجائے اولاد کے سمجھتے تھے۔

فطرتاً معصوم صفت ایسے واقع ہوئے تھے کہ ہر شخص کی ہر بات پر اعتبار اور یقین کامل کر لیتے تھے۔ بعض لوگ محض جھوٹ باتیں بنا کر ان سے رقم کثیر حاصل کر لیتے تھے۔ اسی کے ساتھ طبیعت نکتہ رس اور لطیفہ سنج بھی تھی۔ ایک مرتبہ کوئی سائل دروازہ پر چلا کر کہنے لگا کہ ایک پیسہ بھجود تمہاری ستر بلاٹل جائیگی۔ تو ہنسنے لگے کہ ایک بلا تو تم ہی ہو۔

صاف باطنی اور صاف گوئی کے باعث کوئی ان کا شاکی نہ ہوتا تھا۔ وضع قطع اور لباس بالکل سادہ قدیمانہ طرز کا تھا اوسط قد۔ رنگت سرخ و سفید۔ جسم پر بعض جگہ برص کے سفید داغ بھی تھے۔ نورانی چہرہ۔ فرشتہ صورت۔ سر پر چوگوشیہ ٹوپی اور سپر عمامہ پُرانی وضع کی چپکن اور عبا۔ ٹخنوں سے اونچا خلطہ دار پاجامہ۔ پاؤں میں دیسی دلی وال جوتے۔ راتم کے بزرگوں سے راہ و رسم اور آئندہ رخت برابر رہا کرتی تھی۔ ۷۷ برس کی عمر پا کر ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۰۵ء روزِ دوشنبہ کو اس دار فانی سے انتقال کیا۔ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ عربی فارسی و اردو تینوں



مرحوم۔ اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد عظیم سلمہ اللہ تعالیٰ کو بجا ہے اولاد کے سمجھتے تھے۔

فطرتاً معصوم صفت ایسے واقع ہوئے تھے کہ ہر شخص کی ہر بات پر اعتبار اور یقین کامل کر لیتے تھے۔ بعض لوگ محض جھوٹ باتیں بنا کر ان سے رقم کثیر حاصل کر لیتے تھے۔ اسی کے ساتھ طبیعت نکتہ رس اور لطیفہ سنج بھی تھی۔ ایک مرتبہ کوئی سائل دروازہ پر چلا کر کہنے لگا کہ ایک پیسہ بھیجو و تمہاری ستر بلاٹل جائیگی۔ تو ہنس کر کہنے لگے کہ ایک بلا تو تم ہی ہو۔

صاف باطنی اور صاف گوئی کے باعث کوئی ان کا سنا کی نہ ہوتا تھا۔ وضع قطع اور لباس بالکل سادہ قد یمانہ طرز کا تھا اوسط قد۔ رنگت سرخ و سفید۔ جسم پر بعض جگہ برص کے سفید داغ بھی تھے۔ نورانی چہرہ۔ فرشتہ صورت۔ سر پر چوگوشیہ ٹوپی اور سپر عمامہ پیرانی وضع کی چپکن اور عبا۔ ٹخنوں سے اونچا خلطہ دار پاجامہ۔ پاؤں میں دیسی دٹی والے جوتے۔ راقم کے بزرگوں سے راہ و رسم اور آمد و رفت برابر رہا کرتی تھی۔ ۷۸ برس کی عمر یا کر ۷۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۰۵ء روز دوشنبہ کو اس دار فانی سے انتقال کیا۔ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ عربی فارسی اور اردو تینوں

زبانوں میں فکر سخن کیا ہو عربی میں ایک قصیدہ جو ندوۃ العلماء کے اجلاس عظیم آباد میں پڑھا گیا تھا چھپ گیا تھا۔ فارسی میں متفرق غیر مطبوعہ مثنویاں مثلاً مثنوی پان۔ مثنوی در وصف قلم مثنوی فسانہ جانگداز۔ مثنوی جام و مینا۔ مثنوی طعن الحاسدین وغیرہ راقم الحروف کی نظر گذریں جنکو ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب عنقریب طبع کرانے کا قصد رکھتے ہیں۔

اردو کا کلام زیادہ تر تلف ہو گیا۔ آخری دور میں اخبار پانچ میں اکثر ان کی نظمیں اور ساقی نامے وغیرہ دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے۔ اب غزلوں کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

گلوں کو۔ پھول گئی دیکھ کر چمن میں صبا	بس اب سہا قی نہیں پتے پیر میں صبا
الجھکے رہ گئی گیسو پر شکن میں صبا	خدا کی شان ہو لو بندھ گئی رسن میں صبا
ہو آ کا کل مشکیں میں ہو گئی برباد	بگولانکے پڑی پھرتی ہے چمن میں صبا
زمین تنگ میں رکنتی نہیں ہو طبع رواں	کسی سے بندھ نہیں سکتی کبھی رسن میں صبا
تو ز دشت میں آئے تو حال ہو معلوم	یہ ٹھنڈی گرمیاں کرتی رہے چمن میں صبا
لیٹ کے پتوں سے درستی ہو واہ واکی صدا	جواب دیتی ہو بلبل کا ہر سخن میں صبا
تو باد پائی میں بس ادس کی ہمسری کرے	وہ مثنوی تجھ میں کہاں جو کہ ہر ہن میں صبا
عجب دماغ سے چلتی ہے سیر گلشن میں	تراشتی ہے کچھ اپنے کو بانگین میں صبا
مرگ مرگ نامہ را دی زندگی سوز و الم	کون سی صورت میں ہو دو چراغ کشتہ ہے
الحذر ای ساکنان سقف گردوں الحذر	دو دہل ہو یہ نہیں دو چراغ کشتہ ہے
وہ غنچہ لب ہنسنا تو کھلا مثل گل دہن	شیشہ جو کھلکھلا کے ہنسنا جام ہو گیا



کبد پریشان کا پوچھتے ہو حال \_\_\_\_\_ مرگیا وہ نہیں خبر ہی نہیں  
ایدل یہ نشاط کامرانی کبتک رباچی شعر و سخن و فساد خوانی کبتک  
لائے گا درد سر خماری پیری یہ نشہ بادہ جوانی کبتک

نمونہ کلام فارسی

قامت افراز نیازم بہ خمیدن بے تاب بسمل خنجر نازم بہ طپیدن بے تاب  
شب یلداے فراقم ز گزشتن مایوس صبح محرومی و یاسم بہ دمیدن بے تاب  
دیدہ پوز سر شکم بہ گرسستن بسرینہ سینہ باہمہ داغم بہ کفیدن بے تاب  
دست بر لبستہ بجزم ز رسیدن کوتاہ پائے بشکستہ شوقم بہ دیدن بے تاب  
ز سال نو جہاں پر ضو زیں پرغو ز خلیاگر چمن گرو بہمن خوشبو زمین نیکو دمن احمر  
نہے فرخندہ ترسلے زہے سال نکو فالے بعالم نیت بد حلے کہ باشد درالم ششدر  
نشاط و خرمی جیرہ الم را چشمہا خیرہ جفا دار و زہا تیرہ جہاں را درد ہاں شکر  
ز فیض مقدس بر ما خاک شد عیشہ سرا ز شکستہ دل گریا ہمہ آتش ہمہ آذر  
چہ کہسار و چہ شش شیخ فسادہ برف بستیخ ز زم سر و آتش و زخ خشک سگان بھروب  
چمن تر از دفرور تم بہ بوستہا از ددرم رخ گلہا پر از شبنم چہ شبنم دانہ گوہر  
نہے فرخندہ سال نو نہر کس صفا و بشنو نہے سال ہما پر تو نہے سال ہما یوں فر  
تائب ہنسی بگو ان دین ولد ہنسی منگل سین قوم کا کستہ ساکن اریا  
خلع پور تہ تلین ہنسی شکر لال صبا ندروی ۱۲۹۵ء میں ۵۲ برس کی عمر میں انتقال کیا

باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں  
دھونڈتا ہوں او نہیں جواہر تائب خانہ دل میں وہ نکلتے ہیں  
تبارک تبارک حسین ابن میر قاسم علی باشندہ شہسوار شاگرد نسخہ  
فرقت دلداریں دل بھی ہوا مجھ سے جس کو اپنا جاتا تھا حیف بیگانہ ہوا  
تحمین سید حبیب اللہ متوطن عظیم آباد ۵

جو کچھ ملا بہت ہی قناعت پسند ہوں یہ پوریا فقیر کا ہی تخت شاہ کا  
تسکین نام معلوم نہیں عظیم آباد میں رہتے تھے  
کعبہ گئے نکشت گئے ویر ہم گئے واں بھی نشان نہ پایا تری جلو گاہ کا  
تسلیم میاں مہدی بخش عدالت بھاگلپور میں محرر تھے  
حضرت فریاد کے تلمذ تھا ناسخ کے مقابلے کے خیال سے ناسخ  
کے رنگ میں طبع آزمائی کرتے تھے دیوان ردیف دار مرتب تھا  
یہ داغ سینہ اور یہ چشم گریاں دیکھتے جاؤ چمن کی سیر کر لو ابرو باران دیکھتے جاؤ  
تا فلک پہل گیا آب مرے رونے سے کھن بنا پنہا ہتھاب مکر رونے سے  
تقی سید محمد تقی متوطن عظیم آباد شاگرد نواب

مہدی علی خاں مہدوی ۱۲۹۵ء میں حیات تھے  
اتھا اثر تو نالہ و فریاد میں ہوا پوچھا پتہ جو اس نے مگر گھر کی راہ کا  
تسکین میر سعادت علی وطن اصلی عظیم آباد تھا غدر کے



باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں  
 ڈھونڈتا ہوں ادھیں جواہر تائب خانہ دل میں وہ نکلتے ہیں  
 تبارک تبارک حسین ابن میر قاسم علی باشندہ شہسوار شاگرد اسخ  
 فرقت دلداریں دل بھی ہوا مجھ سے جدا جس کو اپنا جانتا تھا حیف بیگانہ ہوا  
 تسکین - سید حبیب اللہ متوطن عظیم آباد

جو کچھ ملا بہت ہر قناعت پسند ہوا یہ بوریہ فقیر کا ہی تخت شاہ کا  
 تسکین - نام معلوم نہیں عظیم آباد میں رہتے تھے  
 کعبہ کے کشت گئے ویر ہم گئے وال بھی نشان نہ پایا تری جلو گاہ کا  
 تسکین - میاں مہدی بخش - عدالت بھاگلپور میں مقرر تھے  
 حضرت فریاد کے تلمذ تھا - ناسخ کے مقابلے کے خیال سے ناسخ  
 کے رنگ میں طبع آزمائی کرتے تھے - دیوان ردیف دار مرتب تھا  
 یہ داغ سینہ اور چشم گریاں دیکھتے جاؤ چمن کی سیر کرو اور باران دیکھتے جاؤ  
 تا فلک پہل گیا آب مرے رونے سے کفن بنا پنہ ہمتاب مے رونے سے  
 تقی - سید محمد تقی - متوطن عظیم آباد - شاگرد نواب

مہدی علی خاں مہدوی ۱۲۹۵ھ میں حیات تھے  
 اثاثر تو نالہ و فریاد میں ہوا پوچھا پتہ جو اس نے مر گھر کی راہ کا  
 تسکین - میر سعادت علی - وطن اصلی عظیم آباد تھا - غدر کے

چند سال پیشتر دہلی چلے گئے تھے - تقریباً ۱۲۸۵ھ کی پیدائش تھی  
 گرنشہ ہو رہی نگہ میں تری مے کے پینے کی احتیاج نہیں  
 نام تمکین ہوا تو کیا ہدم رات دن بے قرار رہتا ہوں  
 تمکین - میر عبدالحکیم - متوطن قنوج - مقیم عظیم آباد - جناب حکیم ہادی  
 خاں صاحب نایاب کے یہاں اکثر بود و باش رہتی تھی - شعر فی البدیہہ تھے  
 کیا کیا کنوئیں جھکائے ہیں مجھ کو فراق میں یارب برا ہو چاہ زرخداں کی چاہ کا  
 یوں بھی کوئی نکھر کے نکلتا ہے سیر کو دیکھو تو پھر کے حال ہو کیا اہل راہ کا  
 خود گڑا گئی زمیں میں لاش اپنی بعد مرگ قاروں کا مال تھا کہ ذخیرہ گناہ کا  
 کیا بیاں کیجئے کس کس سے رقابت نکلی ایک جہان کو بیت عیا سے اُفت نکلی  
 اوس کی تقریر بھی خالی نہیں عیاری سے جو کہی بات محتاج صراحت نکلی  
 کل جو ایک قبر پر کھاتا تھا باجم حسرت وہ ترے عاشق ناکام کی تربت نکلی  
 تمنا - سید بندہ حسن برادر اکبر سید امیر احمد امیر شاگرد تصنیف بلگرامی  
 قلم کرے جو مرا سر وہ تیغ براں سے کبھی نہ پاؤں ہٹاؤں گا اپنے میدان سے  
 تمنا - مرزا علی رضا - متوطن عظیم آباد

آتا نہیں میں آپ سے کوچ میں یار کے لاتا ہوں کھینچ کر مجھے بے اختیار دل  
 نو قیر - میر عبدالحی - متوطن قنوج پیشہ خوشنوسازی - غدر کے پیشتر عظیم آباد  
 میں مستقل طور پر سکونت پذیر تھے - ۱۳۱۵ھ میں ساٹھ سال متجاوز تھی - مرثیہ تحت لفظ



پڑھتے تھے۔ میر علی اوسط رشک کھنوی کے شاگردوں میں تھے۔  
جب طوفان خیر میرا دیدہ تر ہو گیا مردم آبی کے رہنے کے لئے گھر ہو گیا  
رکھی جو میت پروانہ بے غسل و کفن شمع کا مہنہ آنسوؤں سے بزم میں تر ہو گیا  
مناقب - راجہ جے گوپال سنگھ بہادر - رئیس

عظیم آباد سے

لذت و صف ہائش نہ با تم دادند آب حیواں بہ دبا تم نہ بیا تم دادند  
جادو - سلیمان خاں - خلف حیدر خاں - ساکن

کو اتھ ضلع آ رہے مقیم کیا۔ اکثر سلیمان ان تخلص بھی کرتے تھے صاحب  
دیوان و صاحب تلامذہ تھے۔ مولوی کیپتی گپادی سے تلمذ تھا۔

کنج نفس باب ہی خواہش ہوا نیم ایکبار اور دیکھتے عالم بہار کا  
کیا آئینا محمد بہ ہمارے وہ شہر رہتا ہوا کیوں چراغ ہمارے مزار کا  
بیلو مجھ دل جلتے کو ہو کسی سے کام کیا آگ گلشن میں لگے یا گھر جلے صیاد کا  
زمانے کا جھکا سر دیکھتا ہوں ادب آموز قاتل کی گلی ہے

جنوں - مولوی عبداللہ - خلف مولوی سرفراز علی  
منصف - باشندہ بھاگلپور - عمدہ صدر امینی پر ممتاز تھے۔  
مرزا جان پیش سے تلمذ تھا۔ بیشتر فارسی کہتے تھے۔

رخ سے اٹھی نظر تو پڑی جازفہ - شہر سے ہی شام ہی کو مسافر بنگاہ کا

جنوں - مولوی عبدالحق خلف مولوی واعظ الحق صاحب  
مرحوم رئیس عظیم آباد محلہ بخشی - مشورہ سخن حضرت شاد  
عظیم آبادی سے کیا تھا۔

گردل میں نہیں ہو عشق کی آگ سینہ میں ہو کیوں جلن ہمیشہ  
ہم سے نہ کبھی وہ ہنسکے ہوئے مانتے پہ رہی شکن ہمیشہ  
جوش - شاہ خلیل الدین احمد خلف شاہ محمد اصغر

باشندہ منیر - رجسٹری ضلع مونگیر میں محرم تھے۔ شاعری میں  
نساخ کے شاگرد تھے۔ ۱۲۵۵ء کے بعد تک موجود تھے۔

ساری دنیا سے بے خبر پایا جس کو عالم میں باخبر دیکھا  
مرا خط لا کے دے قاصد عدو کو یہی تقدیر کا میرے لکھا ہے

۱۵ مولوی عبدالغفور خاں نساخ ڈپٹی مجسٹریٹ ولد قاضی فقیر محمد مولف جامع التواریخ  
بنگالہ کے رہنے والے نواب محمد عبداللطیف خاں بہادر سی آئی۔ ائی کے برادر خور و سکتے۔

عظیم آباد اور صوبہ بہار کے دیگر شہروں میں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں اصرار  
تک تقیم رہے۔ لکھنؤ اور دہلی بھی گئے تھے۔ تذکرہ سخن شعرا۔ اور اردو کے دو دیوان  
گنج تواریخ۔ شاہد عشرت۔ مرغوب دل۔ قد پارسی۔ دختر بے مثال۔ اور قطعہ غنیمت وغیرہ

ان کی یادگار سے ہیں۔ صوبہ بہار و بنگالہ میں ان کے شاگردوں کی  
تعداد بھی بیسیوں سے متجاوز تھی۔ حافظ رشید الدینی و حشمت  
اور حافظ اکرام احمد ضمیمہ سے کسب سخن کیا تھا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰۰ پر)



بمقام عظیم آباد پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ جا کر مولانا حسن علی سے سند حدیث و تفسیر حاصل کی۔ پھر کانپور میں مولانا سناہ محمد سلامت اللہ کشتی کی خدمت میں ایک مدت تک رہ کر دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۲۵۹ھ میں کانپور سے مراجعت فرما کر اپنے دو لکڑہ کو رونق بخشی۔ بہترے علمائے آپ سے فراغ حاصل کیا اور بیسویں سند یت آپ سے حاصل کی۔ ۱۲۶۲ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۷۳ھ میں گورنمنٹ عالیہ نے بھی ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا۔ ۱۲۷۴ھ میں شہان سلسلہ کو اس جہان سے رحلت کی۔ نہایت حلیم و سلیم اور صاحب مروت و سخاوت تھے۔ لوگوں کے ساتھ نہایت پوشیدہ سلوک کرتے تھے اور رخصت کے وقت۔ خصوصاً اہل علم کے ساتھ اکثر سو روپے سے زیادہ سے سلوک کیا ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا اور بہت سے طلباء کی جاگیریں اپنے یہاں مقرر کیں۔ اپنی تمام عمر کو درس و تدریس اور گوشہ نشینی اور ورد و وظائف میں بسر کیا۔ شاعری کا مذاق ابتدائے عمر سے تھا۔ تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ فارسی میں دو دیوان مطبوعہ ”قطاس البلاغۃ“ و ”مقصد البلاغۃ“ آپ کی یادگار سے ہیں۔ عربی میں بھی کچھ کلام موجود ہے۔ اردو میں بہت کم شعر کہتے تھے۔ فارسی میں حسرت اور اردو و عربی میں سنجیدہ مخلص فرماتے تھے۔ یہ نمونہ کلام ہے۔

کیا تڑپ کر دل مجروح نے کی بے لطفی  
خون سے تر دا من قاتل نہ ہوا تھا سو ہوا  
یا گیا عشق مجازی سے حقیقت کو مستحید  
لہذا بھد کہ کامل نہ ہوا تھا سو ہوا  
بے ہوشی خوں رشک تنگیا پر کیا کیا  
پسے عشاق کے دل دست پائے یار پر کیا کیا  
خدا ہی جانے کب یہ خیمہ امید واپس ہوگا  
بندھی ہو ٹکٹکی بند قبا ئے یار پر کیا کیا  
دکھا کر جلوہ اپنا کر دیا ہر شے سے مستغنی  
خسرو بادشاہوں کو گدائے یار پر کیا کیا  
بجلی کی جو شمع طور کی مانند رات اوس نے  
بنا پروانہ دل اپنا لقا ئے یار پر کیا کیا  
رہا محروم میں ہی خوبی مقوم سے ورنہ  
لٹی دولت در دولت سر کیا پر کیا کیا  
کوئی برجھی اٹھاتا ہی کوئی تیغ آزماتا ہی  
ستم اختیار کے ہیں مبتلا ئے یار پر کیا کیا  
سمجھ رکھا ہی گلزار جہاں نار جہنم کو  
خلیل آسا میں راہی ہوں تھا یار پر کیا کیا  
دا قف سیر نہاں ہوں کیا کہوں  
میں تو گونگے کی زباں ہوں کیا کہوں  
سوز دل سے جل اٹھی آخر زباں  
شمع ساں روشن بیاں ہوں کیا کہوں  
واجب ممکن میں ہے ایک ربط خاص  
رازدار کن فکاں ہوں کیا کہوں  
حسرتی۔ لالہ بند اپر شاد۔ ولد لالہ ہماراج سنگ وکیل  
عدالت دیوانی۔ متوطن عظیم آباد۔ محکمہ صدر اعلائی میں ڈگری نویسی کی  
خدمت پر مامور تھے۔ فن شاعری میں ناظر وزیر علی عسکری سے تلمذ تھا۔  
او حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دل سوخت  
پر کالہ آتش کہ زباں دروہن ستاں  
حسرت۔ مولوی ابوالفضل۔ آ رہ ٹوٹ اسکول میں ہڈ مولوی تھے۔



کیا تڑپ کر دل مجروح نے کی بے لطفی  
خون سے تر دامن قاتل نہ ہوا تھا سو ہوا  
یا گیا عشق مجازی سے حقیقت کو مستعید  
نہا لکھ کہ کامل نہ ہوا تھا سو ہوا  
بے ہوشک خوں رشک تنگیا پر کیا کیا  
پسے عشاق کے دل دست پائے یار پر کیا کیا  
خدا ہی جانے کب یہ خنجر امید و اہو کا  
بندھی ہو ٹکٹکی بند قبائے یار پر کیا کیا  
دکھا کر جلوہ اپنا کر دیا ہر شے سے مستغنی  
سدا بادشاہوں کو گدائے یار پر کیا کیا  
تجلی کی جو شمع طور کی مانند رات اوس نے  
بنا پروانہ دل اپنا لقاے یار پر کیا کیا  
رہا محروم میں ہی خوبی مقوم سے ورنہ  
لٹی دولت در دولت سرکار پر کیا کیا  
کوئی برجھی اٹھاتا ہی کوئی تیغ آزماتا ہی  
ستم اعیانہ کے ہیں مبتلاے یار پر کیا کیا  
سمجھ رکھا ہو گلزار بناناں نار جہنم کو  
خلیل آسا میں راضی ہوں تھا یار پر کیا کیا  
واقف سیر نہاں ہوں کیا کہوں  
میں تو گونگے کی زباں ہوں کیا کہوں  
سوز دل سے جل اٹھی آخر زباں  
شمع ساں روشن بیاں ہوں کیا کہوں  
واجب ممکن میں ہے ایک ربط خاص  
رازدار کن فکاں ہوں کیا کہوں  
حسرتی - لالہ بند اپر شاد - ولد لالہ ہمارا ج سنگ و کیل  
عدالت دیوانی - متوطن عظیم آباد - محکمہ صدر اعلائی میں ڈگری نویسی کی  
خدمت پر مامور تھے - فن شاعری میں ناظر وزیر علی عجمی سے تلمذ تھا -  
او حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دل سوخت  
پر کالہ آتش کہ زباں در دہن مستایں  
حسرتی - مولوی ابوالفضل - آ رہ ٹون اسکول میں ہڈ مولوی تھے -

پھر مظفر پور بھوئیہ کالج میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے - حضرت  
صدیق بلگرامی سے تلمذ تھا - اور خود صاحب دیوان و صاحب تلامذہ تھے -  
جائیکویوں تو جان ہی جاہلیگی ایک دن پہلو سے دل گیا تو گیا اضطراب کیا  
تیرے بیمار ہی کے دم کا سہارا تھا اسے ساتھ تابوت کے روتی ہوئی حسرت نخلی  
حسرتی - لالہ ماتا دین - عظیم آباد کے رہنے والے - مصنفی کے عہد پر  
مامور تھے - بیشتر فارسی کہتے تھے - شاعری میں ناظر وزیر علی عجمی کے  
شاگرد تھے -

دیکھیں گے حسن حور تو پھسلے گا دل ضرور  
جنت میں بھی یقین ہو نہ آرام پاسے دل  
حقیر - حافظ عبدالرحیم - باشندہ عظیم آباد - کلام کارنگ  
اور تلاش و فکر کا انداز مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہو سکتا ہے -  
بتا دیں ہم تمہارے کاکل و عارض کو کیا سمجھے  
اسے ہم سانپ سمجھے اور اسے سانپ کا سمجھے  
یہ کیا تشبیہ ہے ہودہ کیوں ذی سے نسبتیں  
ہما عارض کو اور کاکل کو ہم ظل ہما سمجھے  
غلطیہ ہو گئی تشبیہ بھی کیا ایک طائر سے  
اسے برق اور آسماؤں کی ہکا بھکا سمجھے  
گٹھا اور برق کیسی کیوں گٹھا کر ان کو نسبتوں  
اسے برگ سمن اور اوس کو سنبل کی جٹا سمجھے  
بنائے میں سے اُن کو کیا نسبت معاذ اللہ  
اسے ظلمات اوس کو چشمہ آبِ بقا سمجھے  
اگر کہے یہی مقصود تھے خضر و سکندر کے  
یہ بیضا اوسے اور اوس کو مونی کا بھٹا سمجھے  
گر اس تشبیہ سے بھی حرف اون و نون پاتا ہو  
ایسے تمذیل کو بوس کو کعبہ کی ردا سمجھے



رہیں حسین گنج کھجوا ضلع سارن۔ اکثر آرہ میں رہتے تھے۔ خواجہ محمد شاہ  
شہرت عظیم آبادی کے شاگرد تھے۔

میں در تک تیرے پہنچوں گا بلا شک دل آگاہ میرا رہبر ہے

حیرت۔ مولوی احمد کبیر۔ پسر اکبر مولوی حاجی محمد فرید موم

مولد و مسکن پھلواری۔ عدالت پٹنہ میں وکیل تھے۔ اکثر علوم و فنون میں  
ماہر تھے مگر شاعری سے خاص شغف تھا۔ بہت پڑگو بھی تھے۔ تاریخ علم عروص

اور صنائع و بدائع میں کمال حاصل تھا۔ "تاریخ مکلا" جو دو جلدوں میں تھی،

آپ ہی کی تصنیفات سے ہے۔ فارسی اور اردو دونوں میں اظہار کمال کیا ہے

۱۹۱۱ء میں انتقال کیا۔ آپ کے کلام میں سے اگر صرف صنائع و بدائع کے

نمونے درج کئے جائیں تو ایک دفتر ہو جائے۔ اس لئے اس مقام پر صرف

چند شعر مختلف صنعت کے بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

گل کو ہو گا نہ تحمل ہرگز کر عناد نہ ذرا غل ہرگز

چشم چشم چو لے چشم نہ رکھنا مطلق چشم چشم سے ہم چشموں کے ہوتا ہوا قلع

چشم احسان کو ہم چشموں کے لے چشم نہ دیکھ چشم ہم چشم پہ گو چشم ہو اس کی اشق

ہوا وہ ہر اعدا کا صدمہ آلام کہ ہر سحر کو گرا سوکھ کر گل اندام

عدم کو آہ سوارا سرور سرور دل ہوا عمل ملک ملک ورد کا ہر گام

بہل یہ کہہ رہی ہے صبا سے پکار کے موسم گیا خزاں کا دن آئے بہار کے

کیا راہ پر خطر سے گیدے خلوہ شخص جو شخص معترف ہوا اپنے گناہ کا

حیرتی۔ محمد علی خاں۔ باشندہ عظیم آباد۔ راجہ پیارے لال

الفتی کے شاگرد تھے۔ اور میر وزیر علی عبیر کی سے بھی فن سخن میں

فیض پایا تھا۔ ۱۹۰۹ء میں حیات تھے۔

ادھر تو کشور دل لوٹا ہی ترک نگاہ ادھر ہو لشکر مرگاں پر اجا ہوئے

نہ پوچھو ہمدون نام و نشان میرا بتاؤں گا میں یک یلی کامجنوں ہوں بیاباں ہو وطن

لے خضر میرے واسطے آب حیات ہو پانی ملے جو اس کے زرخیزان کے چاہ کا

خادم۔ حکیم مولوی سید فضیلت حسین۔ ساکن دھنوت۔ پرگنہ

پھلواری ضلع پٹنہ۔ تلمیذ قاضی مخدوم عالم پھلواری سی

لیگامی جبے خزاں رونق گل و گلزار کی غیر حالت ہو رہی ہو عندلیب زار کی

ہو خدا سارا جہاں ادک طلائی رنگ پر سج ہو ایک دنیا خوشامد کرتی ہو زردا کی

خاں۔ مولوی عبداللہ خاں۔ باشندہ دانا پور۔ شاگرد

حافظ قیغم۔ کلامہ میں وفات پائی۔

جس دن سے کل یار سے یار ب جدا ہو گیا کیا فلک کے ہم پہ نہ ظلم و جفا ہوئے

خاور۔ شیخ عبدالحکیم۔ متوطن عظیم آباد۔

ستم و ناز و تغافل جیساں یکسر لطف کردند و غم آہ و فغانم دادند

چتر۔ سید محمد ہمدی ولد سید محمد عسکری بلگرامی حضرت



کیا راہ پر خطر سے گیدے خطرہ شخص جو شخص معترف ہوا اپنے گناہ کا  
حسرتی - محمد علی خاں - باشندہ عظیم آباد - راجہ پیارے لال  
الفتی کے شاگرد تھے - اور میر وزیر علی عبرتی سے بھی فن سخن میں  
فیض پایا تھا - ۱۲۹۵ھ میں حیات تھے - ۵

ادھر تو کشور دل لوثا ہی ترک نگاہ ادھر ہو لشکر مژگاں پر آجکا ہوئے  
نہ پوچھو ہمدون نام و نشان میرا بتاؤں گا میں یک سیلی کامجنوں ہوں بیاباں ہو وطن  
لے خضر میرے واسطے آب حیات ہو پانی ملے جو اوس کے زخموں کے چاہ کا  
خادم - حکیم مولوی سید نصیحت حسین - ساکن دھنوت - پرگنہ  
پھلواری ضلع پٹنہ - تلمیذ قاضی مخدوم عالم پھلواری ۵

لیگا جیسے خزاں رونق گل و گلزار کی غیر حالت ہو رہی ہو عندلیب زار کی  
ہو قداسار اجہاں اوک طلائی رنگ پر سج ہو ایک دنیا خوشامد کرتی ہو زردی کی  
خاں - مولوی عبداللہ خاں - باشندہ دانا پور - شاگرد  
حافظ قدیم - کلاں میں وفات پائی ۵

جس دن سے وطن یار سے یارب جدا ہو گیا کیا فلک کے ہم پہ نہ ظلم و جفا ہوئے  
خاور - شیخ عبدالحکیم - متوطن عظیم آباد ۵

ستم و ناز و تعاقب یہ جیساں یکسر لطف کردند و غم آہ و فغانم داہند  
چشم - سید محمد ہمدی ولد سید محمد عسکری بلگرامی حضرت

صغیر کے پھوپھا تھے - آ رہ میں بود و باش تھی - تقریباً ۱۲۸۵ھ میں  
چالیس برس کی عمر میں بھاگلپور میں انتقال کیا ۵  
ہم نے رونے کا بھلا کب مروتساں باندا تم نے ہی دیدہ و دانستہ یہ طوفان باندھا  
سد وصال رنجش و لدا ہو گئی اتنا بڑھا غبار کہ دیدار ہو گئی  
حق - راجہ بابو - باشندہ عظیم آباد ۵

دیکھ سنبل کچن میں یاد آئے اوس کے بال حاصل اس گلگشت سے آخر پریشانی ہوئی  
دانش - میر احمد حسین خلیف میرا مراد حسین بلگرامی - ان  
دونوں نے ۱۲۹۲ھ میں بمقام بھاگلپور رضا کی صغیر بلگرامی کے شاگرد  
تھے - ۵

نہ صحرا محبو بجاتا ہونہ جی لگتا ہو اب گھریا تری زلف پریشان کا یہ سودا بڑھ گیا مر گیا  
اڑا کر خاک بربادی کا میری حال کہہ دینا صبا تیرا گدوہ ہوتا ہی اکثر کوئے دلبر میں

دل - منشی منی پرشاد قوم کاشمیر - متوطن عظیم آباد ۵  
پردہ اٹھائے تو نے ادھر کو گذر کیا عالم کے دل میں تیری محبت گھر کیا

دکیر - دلیر شاہ - متوطن عظیم آباد - دار سجدہ مزاج  
درویش تھے ۵

پھر بھی یارب وہ کبھی دن رات ہو یار ہو میں ہوں تھکے میں بات ہو  
ذبح - مرزا امان علی - عظیم آباد محمد شہسوار کے رہنے والے



خلف کالے خاں۔ متوطن شہسرام <sup>۱۲۳۱</sup> سنہ میں پیدا ہوئے۔ قصیدہ  
 شہسرام کے اول شاعر ہی سمجھے جاتے ہیں۔ کسی کے شاگرد نہ تھے۔ بلکہ  
 جو کچھ کہتے پہلے اپنے ممتاز شاگردوں مثلاً مسرور۔ بشاش اور  
 تیغ وغیرہم کو نکتہ چینی کر نیچے لے حوالہ کر دیتے <sup>۱۲۳۱</sup> سنہ میں انتقال کیا  
 ایک توجہنا شمع کا ادھر ستم گل گیر کا کیا عدالت ہو کہ سرکش ہوئے تفسیر کا  
 مار کھانکی ہیں باتیں جو کہیں لف کو مار۔ بونہیں سانپ میں سم زلف مجنوں میں  
 رحمتی۔ کنور سکھراج بہادر۔ خلف کنور میر الماں <sup>۱۲۹۵-۱۲۹۶</sup> سنہ  
 میں انہوں نے پانچ مشاعرے بڑے دھوم دھام سے کئے تھے  
 جب سلسلہ جنباں یہ تری زلف رسا ہو عاشق ترا کس طرح نہ بخیرہ پاس ہو  
 جب آپ ہی کو پاس نہیں رسم و راہ کا کیا فائدہ جو ہو بھی ارادہ تباہ کا  
 رضا۔ سید محمد رضا ولد سید تبارک حسین بگڑائی مقیم آرد  
 محکمہ افیون میں گماشتہ تھے۔ غدر کے دو برس قبل انتقال کیا  
 بیشتر فارسی کہتے تھے  
 گو کرے زیب گلو وہ نوجوان سبزہ رنگ فیض رنگ سبز سے تسبیح مر جاں سبر ہو  
 رضا۔ میرزا نظیر حسین۔ باشندہ عظیم آباد۔ تلمیذ  
 میر حامد حسین نکہت  
 رہتا ہواک زمانے سے گردش میں اتدن جو یا یہ پیر حینہ جو کس رشک گاہ کا

رضوان۔ ابوالمنظر مولانا بخش۔ باشندہ  
 آرد۔ مالک رضوانی پریس۔ شاگرد آتش  
 شمع ریویں کو سکاؤں کی گو پرواز تھی دل بہار عشق میں اوکے مگر پرواز نہ تھا  
 حالت مری دیکھ لے باہم بہیرت جس نے کبھی مجنوں کے فسانے کو سنا ہو  
 رقیتم۔ منشی گر سہائے لال خلف منشی نور مراد لال  
 ساکن ندرہ ضلع گیا۔ شاگرد ناسخ۔ فارسی و عربی میں بھی  
 دست گاہ رکھتے تھے  
 در چین و اگر اس عقدہ گیسو گڑ غنچہ غنچہ گرہ نافہ آہو گرد  
 رکن۔ سید غلام نبی۔ باشندہ عظیم آباد شاگرد  
 حضرت وصید الہ آبادی  
 بیمار کر دیا جسے دیکھا اٹھا کے آنکھ جادو سے کم نہیں اثر ان کی نگاہ کا  
 رونق۔ میر غلام حیدر خاں باشندہ عظیم آباد  
 رحم کرے دوست گاہے خال ساری پر مرقعش پاکی طرح تیری راہ میں قنادہ  
 رونق۔ سید علی نواب۔ متوطن دہلی۔ مقیم  
 عظیم آباد  
 بے تیغ کے قتل ہوں گے عاشق۔ آرد پہ نہ رکھ شکن ہمیشہ  
 رہائی۔ ڈاکٹر شیخ عبداللہ ولد شیخ فقیر محمد



باشندہ موضع راگھو پور پر گنہ منہ ضلع عظیم آباد۔ شاگرد  
حافظ ضعیف و عبداللہ خاں قہرے

مجھ پاشکستہ کے لئے کیا احتیاج قید قابل ہی بیرون کے نہ لائق رستگاریوں  
کیا ہو گئے وہ لوگ رہائی جو زیر چرخ بخون کی بل سے چلتے تھے رکھتے تھے خون کی پاؤں

ترتیب۔ شہزادہ مرزا محمد زبیر الدین عرف مرزا محمد زبیر

خلف مرزا محمد دارا بخت ولی عمدا اول حضرت ابو ظفر محمد بہادر

شاہ بادشاہ۔ مقیم عظیم آباد۔ ۱۲۹۵ھ میں حیات تھے

دم ہوا فرقت میں ہوتا عاشق دلگیر کا گرنہ ہوتا سامنے نقشہ تری تھوڑا

ترتیب۔ سید جہان حیدر صاحب ڈپٹی کلکٹر راجپوت

ترجمہ شرع محمدی "کنائٹ لاء" اور قصہ سلسلے کا ترجمہ انگریزی

سے اردو میں انہیں کا کیا ہوا ہے۔ حضرت ضعیف سے تلامذہ کا

جو چوچا قیس کے تھے میں عشق میں آتا تو رو کے کہنے لگا اس کا کچھ حساب

سنا عزت محمد سعید۔ باشندہ داتا پورے

منہ بے سبب قید نہیں آج ماہ کا رخ سے اٹھا نقاب کسی کچ کلاہ کا

سٹالک۔ فیض احمد۔ متوطن عظیم آباد

کرنا نگاہ یا کہ نہ کرنا ہے اختیار قصہ توسن لو اک ذرا حال قیام کا

سٹالک۔ حکیم محمد عسکری۔ متوطن لکھنؤ۔ خد کے دلیک

برس بعد عظیم آباد میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ مرثیہ پڑھتے

تھے۔ پھر یہاں سے آ رہ گئے۔ وہاں تین چار برس طبابت کا مشغلہ

رہا۔ پھر پورنیہ گئے اور ۱۲۸۹ھ کے کچھ بعد وہیں انتقال کیا

ناسخ کے شاگرد تھے

خاک میں بھی داغ فرقت نے حرارت توڑی کاہ آتش دیدہ ہی تربت پر صورت دو کی

بنگلی نقش قدم کی طرح چشم انتظار میں نے ایسی راہ دیکھی قاصد محبوب کی

سخن ناظر عباس علی خلف ناظر عبدالعلی ساکن علی گنج

سیوان۔ شاگرد ضعیف بلگرامی۔ غدر میں مارے گئے

آجیوان کا تھے لب میں اثر ہی کہ نہیر ضابطات تری زلف دوسری کہ نہیر

سلطان۔ نواب سید تاجمل حسین خاں عرف

سلطان مرزا ابن نواب حاجی سید ولایت علی خاں بہادر

(سی، آئی، ائی) ابتدائے شباب سے ۱۲۸۵ھ میں بہر مکان

سید علی محمد صاحب شادیہ منشی سید فرزند احمد صاحب

ضعیف بلگرامی کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ اردو کے

دو دیوان ایک بحر خفیف ہیں اور دوسرا مختلف بحروں میں

اور دو شہزادے بھی اپنے نام سے یادگار چھوڑی تھیں۔ رسالہ  
مرقع فیض (تذکرہ شاگردان ضعیف بلگرامی مطبوعہ ۱۲۹۵ھ) بھی



آپ ہی کے نام سے شائع ہوا تھا ۵

یکشش بڑھ گئی جاننا زکے جل جگتے شمع بھی جل کے برابر ہوئی پروانے  
چلے عدم کو محبت کا داغ کھائے ہوئے چراغ لے چلے دامن میں ہم چھپا ہوئے  
کہیں جگہ نہ ملی بیسی کو آخر کار ہمارے شمع لمحہ سے ہو لو لگا ہے ہو

**سلطان** - خواجہ سلطان جان - اصل نام راجہ  
طالب علی تھا۔ خلف خواجہ حسین علی خاں مرحوم رئیس عظیم آباد۔ اولاً  
میں خواجہ عبید اللہ خاں کے تھے۔ وطن بزرگوں کا بخارا تھا۔ نانہاں کا  
ساس۔ خواجہ میر درد سے ملتا ہے۔ موسیقی میں اچھا دخل رکھتے تھے  
سیر جمعی اور اولوالعزمی میں مشہور زمانہ تھے۔ سن شعور کے بعد  
روپیے پیسے کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوا۔ بہت دنوں تک لکھنؤ اور  
کلکتہ میں بھی رہے۔ ۱۲۷۵ء میں کلکتہ سے گیا پھونچکر انتقال کیا۔ فارسی  
اور اردو دونوں میں فکر سخن کیا ہے۔ تین دیوان یادگار چھوڑے  
ہیں۔ یہ نمونہ کلام ہے ۵

وار کیا معلوم ہو تیغ نگاہ یار کا ساحل بھر فنا ہو گھاٹ اس تلوار کا  
دل کی جاسینے میں تیر کوں کی پیکان لگا میزبان جانا رہا اور گھر میں مہمان لگا  
دیکھو جو شکر جان کے ٹکڑے سے ڈھکاں انکار نہ کا فر کو رہے شوق فقر کا  
زندگی آج نشتر میں کیا دھجی خوار ۵

جب آتا ہوں ہو جانا ہو سوراخ جگر میں کا ہے کو کوئی آئینہ آبا پ کے گھر میں  
چاہئے عاشق معشوق میں گرا گرمی وصل کی رات نہیں خوب یہ شرمناک شری  
دام بلا کھشوق میں ہم بے سبب چمے کم بخت دل پہ ہائے خدا کا غضب چمے  
تاب کس کی جو کرے بات اوس بت مفرد جو بھی دیکھے توئے اوس کی بلایں دور  
تم کو پرے سے فقط بات بنا آتی ہے یا کبھی چاند سی صورت بھی دکھا آتی ہے

**سیلیم** - سید نقان حیدر وکیل عدالت دیوانی قصبہ  
آرہ۔ خواجہ محمد شاہ شہرت کے شاگرد تھے ۵

وہ تو واں غیر سے مشغول سخن ہوتا ہو اور یہاں حل معنائے دہن ہوتا ہو  
گوشہ گیری ہی سے ہو جانا ہو ناقص کامل ورنہ سب کماں مشک خن ہوتا ہو  
**سید** - سید حسین۔ خلف شاہ فرید الدین احمد شاگرد

میر محمد وابد پریشاں ساکن عظیم آباد ۵  
گرچہ ظاہر میں نظر ہم کو نہ آئی گا ہے پر تصور میں یہاں تیری کمر دیکھ چکے  
**سیدی** - حکیم میر حسین۔ متوطن بلیا۔ عظیم آباد ۵  
مٹھ اوس کا مرتے دم تیری جانب کھینچ گیا کشتہ تھا جو کوئی تری تر بھی نگاہ کا  
**شاد** - شاد کے در کا پرشاد۔ متوطن عظیم آباد۔ راجہ

رام نرائن موزوں کے خاندان میں تھے ۵  
دن کو جو شغل گریہ ہو تو شب کو آہ کا پوچھو نہ حال کچھ مرے حال تباہ کا



جب آتا ہوں ہو جانا ہی سوراخ جگر میں کا ہے کو کوئی آئیگا اب آپ کے گھر میں  
چاہئے عاشق معشوق میں گرا گرمی واصل کی رات نہیں خوب یہ شرمناک شری  
دام بلا کھشوق میں ہم بے سبب چمے کم بخت دل پہ ہائے خدا کا غضب پڑے  
تاب کس کی جو کرے بات اوس بت مژدہ جو بھی دیکھے تو دے اوس کی بلالیں دور  
تم کو پر دے سے فقط بات بنا آتی ہے یا کبھی چاند سی صورت بھی دکھا آتی ہے  
سیلیم - سید لقمان حیدر وکیل عدالت دیوانی قصبہ  
آرہ - خواجہ محمد شاہ شہرت کے شاگرد تھے۔

وہ تو اداں غیر سے مشغول سخن ہوتا ہی اور یہاں حل معنائے دہن ہوتا ہی  
گوشت گیری ہی سے ہو جاتا ہی ناقص کامل ورنہ سخن کہاں مشک ختن ہوتا ہی  
سید - سید حسین - خلف شاہ فرید الدین احمد شاگرد  
میر محمد وابد پریشاں ساکن عظیم آباد۔

گرچہ ظاہر میں نظر ہم کو نہ آئی گا ہے پر تصور میں یہاں تیری کمر دیکھ چکے  
سیدی - حکیم میر حسین - متوطن بلایا - عظیم آباد۔  
معدا اوس کا مرتے دم تری جانب پہنچ گیا کشتہ تھا جو کوئی تری تر بھی نگاہ کا  
شاد - دے دے درگا پر شاد - متوطن عظیم آباد - راجہ  
رام نرائن موزوں کے خاندان میں تھے۔

دن کو جو شغل گریہ تو شب کو آہ کا پوچھو نہ حال کچھ مرے حال تباہ کا

شاد آب - مولوی مہدی حسن خان خلیف حاجی

امیر حسن خان مرحوم بن دیوان مولانا بخش صاحب خان بہادر  
سی، اس، آئی - رئیس اعظم رسول پور ضلع مظفر پور - عظیم آباد  
اس دور کے خوش گو شعرا میں تھے - حضرت نایاب کے چھوٹے بھائی تھے  
اون کے انتقال کے بعد منشی امیر احمد صاحب امیر عینائی سے تلمذ اختیار  
کیا تھا - شہزادہ میں حضرت امیر عینائی مرحوم خود بھی ان کے بھائے  
ہوئے لال کوٹھی میں تشریف لائے تھے - اور ان کے شاگردان رشید  
ریاض و کوثر بھی شامل تھے - اس زمانے میں شعر و سخن کا یہاں  
بہت چرچا تھا - جناب شاد آب نے یکم رمضان شہزادہ کو  
لال کوٹھی میں انتقال کیا - نہایت ذہین اور طباع تھے - حضرت امیر  
عینائی نے ان کا ذکر امیر اللغات کے دیباچہ میں بھی کیا ہے - اشعار -  
فی البدیہہ کہتے تھے - اپنے کلام کو انہوں نے کسی دیوان یا بیاض کی  
صورت میں قلمبند نہیں کیا - "دامن گلچیں" میں ان کی بعض غزلیں  
چھپی تھیں - یہ رباعی ان کی مشہور ہے۔

موت آئے گی مرجائیں گے ڈرنا کیا مالک کی خوشی بھی ہو کرنا کیا ہے  
دل کی لہجوں تو دور ہو جائے گی یہ بھید تو نکلی جائے گا نہ کیا ہے  
کیوں شگفتہ نہ داغ ہوں دل کے پھول میں سبب تنہائی کھل کے



جاسکے باہر جو جبک چھو لیا تیرا لباس عطر کی بو ہر طرف پھرتی ہی اترا لی ہوئی  
 کثرت افکار میں کیونکر شگفتہ ہو غزل ہی طبیعت تلخ کل شاد آب مرجانی ہوئی  
 شاغل - شاہ محمد آغا

خلف مولوی تراب علی - متوطن دہلی حضرت وائے کے علاقہ  
 بھائی اور اون کے شاگرد تھے - عرصہ دراز تک عظیم آباد میں رہے  
 شطرنج بازی میں یگانہ روزگار تھے ۱۲۹۵ء میں حیات سے  
 کیا پوچھنا ہی ہم سے خراب تباہ کا لے دیکے ایک دم ہی سو وہ اپنی جان  
 اللہ سے ناز کی کہ دم عرض مدعا اون کو ہی ایک پہاڑ اوٹھنا نگاہ کا  
 مرتے کبھی نہ طالب دیدار حشر پر ملتا پتا جو ٹھیک تیری جلوہ گاہ کا  
 دیوانہ ہو کے سر کوئی پھوڑے مگر کہتے ہیں سیدھی طرح سے آئے نہ رکھنا کلاہ کا  
 ہے اب ہ جواب اون کو جسے ہوشیار ہو لو پوچھتے ہیں مجھ سے کہ تم جانتے کیا ہو  
 در ماندہ و مجبور زمانے میں بتوں کے ہم ایسے ہی جیسے کہ کسید کا نہ خدا ہو  
 کچھ یا مس تسکین ابھی دل کو ہولی مکی پھر چھڑ دیا ہائے تمنا کا برا ہو  
 بتائیں کس زبان سے ہم خزانہ دیرہ طو اپنا نہ اڑے یوں کسی کا جس طرح اجڑا چمن پنا  
 اس وقت جس جب یاد کرتے ہیں چمن اپنا بہت روستہ میں ہم پھر کر شو وطن اپنا  
 جہاں گردی میں صورت آشنا جب کوئی ملتا ہی نظر پڑے ہی پھر جانا ہی آنکھوں میں ملنا پنا  
 مرا حال نہ یوں بھی باعث تفریح عالم ہی مجھے جو دیکھتا ہی بھول جاتا ہی محسن اپنا

شائق - منشی بدایر شاہ متوطن فرخ آباد - مقیم عظیم آباد  
 کان اون کے بھر گئے ہیں قیوں کی بات سننے نہیں وہ حال کسی واد خواہ کا  
 شائق - منشی محمد بخش عظیم آباد میں مقیم تھے - زیادہ حال معلوم نہیں ہے

اب اون کا کاسہ سر یا جمال عالم ہی کہ جن کا تھانہ کوئی ہمسر آسان کے تلے  
 شائق - منشی سرفراز علی محمد ڈپٹی کلکٹر ہی مانگا ضلع بھاگلپور میں نظر تھے - نسخہ کے شاگرد  
 موت بھی سہ پہی ہو اون کے بالیں پر کھڑی حال ابتر ہو تمہارے عاشق بیمار کا  
 شرف - مولوی محمد شرف الدین - متوطن پھلواری  
 متصل عظیم آباد - حضرت شاہ نعمت اللہ کے نواسے تھے

اے شرف فقیس از ہوا صحر اگر دلت تاجنوں را دست در و اماں مالست  
 شمس شریف احمد خان باشندہ عظیم آباد - شاگرد  
 مرزا غلام حسین شمس

اگر نہائے وہ مہرے حجاب کیا میں تو قہر تھرانے لگے آفتاب وریا میں  
 شمس - منشی پریشم سہیل کے متوطن عظیم آباد  
 ہاں یہ مانا کو بنگلے بھی تو مر کر گئے پر یہ حیرت ہو کہ اوس کو چہ کیونکر  
 شمس - شیخ محمد حسن باشندہ آرد شاگرد محمد شاہ شہرت  
 شمس - کون سا دن ہو کہ ہم سو رہیں ویداد نہیں  
 شمس - محمد حسن خان متوطن عظیم آباد آرد میرن صاحب کمال



**شائق** - منشی بلند ارشاد متوطن فرخ آباد - مقیم عظیم آباد سے  
 کان اون کے بھر گئے ہیں قیوں کی بات سنے نہیں وہ حال کسی دادخواہ کا  
**شائق** - منشی محمد بخش عظیم آباد میں مقیم تھے۔ زیادہ حال معلوم نہیں ہے  
 اب اون کا کام سر پر انمال عالم ہو کہ جن کا تھانہ کوئی ہمسر آسان کیلے  
**شائق** - منشی سرفراز علی محمد ڈپٹی کلکٹر سیانکا ضلع جالپوئی میں ناظر تھے۔ نسخہ کے شاگرد  
 موت بھی سر پر ہی ہوا ہے بالیں پر کھڑی حال ابتر ہے تمہارے عاشق بیمار کا  
**شرف** - مولوی محمد شرف الدین - متوطن پھلواری  
 متصل عظیم آباد - حضرت شاہ نعمت اللہ کے نواسے تھے سے  
 لے شرف قیس از جا بھر گزرتے تاجنوں را دست در دامن مالست  
**شمس** - شریف احمد خان باشندہ عظیم آباد - شاگرد  
 مرزا غلام حسین شمس سے  
 اگر نہ ہائے وہ مہر بے حجاب بیا میں تو تھر تھرانے لگے آفتاب دیا میں  
**شمس** - منشی پریشم سہیلے متوطن عظیم آباد سے  
 ہوں یہ لانا کو بچنے بھی تو مر کر گئے پر یہ حیرت ہے کہ اوس کو یہ کیونکر  
**شمس** - شیخ محمد حسن باشندہ آرد شاگرد محمد شاہ شہرت  
 ستم جو رتیاں سے دیالے زانو نہیں کون سادان ہے کہ ہم بور و بیدار نہیں  
**شمس** - محمد حسن خان متوطن عظیم آباد آرد میرن صاحب شہرت

اے شوق قتل جلد کہیں خضر راہ ہو بھولا ہوا ہوں راستہ میں قتل گاہ کا  
**شور** - داروقہ عبدالرحمن ساکن لاہور گئے شاگرد حقیقہ لکڑی  
 فراق میں ترکیب تک بدن کو زار کریں تو ہی جواب ہے تاجنہاں تھار کریں  
**شور** - میر قوت علی لکڑی - خلف میر لکڑی شاگرد  
 حقیقہ لکڑی ساکن آرد - اکثر عظیم آباد میں شریک مشاعرہ ہوتے تھے صاحب  
 دیوان تھے ان کی تصانیف سے سات رسالے - سات مراتب تحقیق  
 لکھتے العقول - لکھتے تبیین العقول - لکھتے مناظر مناظر - لکھتے جلال الق  
 لکھتے زہق الباطل - لکھتے اور ایک ضخیم کتاب "فلسفہ الکلام" لکھتے  
 میں لکھی ہوئی غیر مطبوعہ ہے  
 خشک لب دیدار تر کہتے ہیں ہم بھی انعت کا اثر کہتے ہیں  
 آخر کو جان دینی پڑی جھکواں پر دل دیکھتے تم کو آہی ہی میری جان کا  
**شور** - کنڈال متوطن عظیم آباد محلہ دیوان قوم کا شاعر  
 انہوں نے ایک شہرے ضمیمہ فارسی میں بھی لکھی تھی - آرد وکی شہرے کا  
 ایک شعر یہ ہے  
 کبھی میرا چہنہ بہشت بریں تھا جواب اس کا دنیا کے اندر نہیں تھا  
**سید شاہ امین احمد شہادت و شوق**  
**شوق** - حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ



(۵۴) شجرات طہبات اور سلسلۃ اللہ علیہیں متعدد خانوادوں کے شجرے منظوم کیے گئے ہیں۔

(۶) عجرت افزائین۔ بعض بعض انبیاء علیہم السلام کی حکایات و قصص ہیں۔ یہ مثنوی ”خمسہ نظامی“ کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ اور اس ایک مثنوی میں پانچ وزن کی پانچ مثنویاں جدا جدا ہیں۔ یہ بہت بہترین مثنوی ہے۔ (۷) ”شہد و بشیر“ میں مثنوی ”نان و پنیر“ کا جواب دیا گیا ہے جس کے مصنف نے اصحاب صوفیہ کو برا بھلا لکھا تھا۔

مثنوی ”گل بہشتی“۔ گل فردوس“ اور روضۃ النعیم۔ یہ تینوں میرنجات کے ”گل کشتی“ کے وزن میں لکھی گئی ہیں۔ گل بہشتی کا سر آغاز یہ ہے ۵

از ہم راہ رہ فخر چہ دلخواہ بود ز انکہ الحق اذ الحق هو اللہ بود  
ان تینوں مثنویوں میں جدا جدا بزرگوں کے حالات اور ادب کی حالت  
ہے۔ تخریبات پچیس تیس ہزار اشعار ہوں گے۔ ہر بزرگ کی توصیف و تعریف  
میں مختلف الفاظ، تنوع مضامین اور جدا جدا ادا سے منقبت کی  
شان ہے۔ اس سے بھی کمال فن کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔

مثنویوں کے علاوہ فارسی غزلیں بھی ہیں مگر ردیف و ارباب  
جن پر دیوان کا احاطہ ہو سکے۔ اردو کا دیوان ردیف و ارباب سے

شاعر میں آپ کسی کے شاگرد نہ تھے۔ طریقت میں حضرت شاہ جمال علی  
بلخی قدس سرہ شیخ پوری کے مرید تھے۔ اور حضرت شاہ ولایت علی  
اسلام پوری قدس سرہ سے ارشاد لیا تھا۔ آپ کے زمانے میں آپ کے  
مریدین و مسترشدین کا شمار ایک لاکھ کے قریب بتایا جاتا ہے۔ ہر چارویں  
سلسلہ ص میں آپ کا وصال ہوا۔

دیوان اردو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اور اردو کلام اس کے پیشتر  
کبھی منظر عام پر نہ آسکا۔ اس کے علاوہ آپ کا سب کلام متعدد بار  
طبع ہو چکا ہے۔ آپ فارسی میں شہادت اور اردو میں شوقی تخلص  
قراتے تھے۔ اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔ ۵  
مثنوی

بنام خداوند عرش بریں بہر بندہ پیش از رگ جان قریں  
میرا زند و شبیرہ و نظیر شہنشاہ و بے میسر و وزیر  
عظیم العطا یا جنیل الکرم مزیل الخطا یا کفیل الامم  
علاؤ رسولان عظیم العدل مطاع کریماں اصل البیل  
پایم از کفش و سرم از کلمہ آزاد آمد <sup>عزل فارسی</sup> دل عشق تو ز غمنا ہے جہاں شاد آمد  
در سر بلی و شیریں دل قیس و فرہاد در جہاں کیست کہ از بند غم آزاد آمد  
دید در مرحد شوق ز بس بیتابم بے زباں بود جرس ایک بے فریاد آمد



شاعر میں آپ کسی کے شاگرد نہ تھے۔ طریقت میں حضرت شاہ جمال علی  
بلخی قدس سرہ شیخ پوری کے مرید تھے۔ اور حضرت شاہ ولایت علی  
اسلام پوری قدس سرہ سے ارشاد لیا تھا۔ آپ کے زمانے میں آپ کے  
مریدین و مسترشدین کا شمار ایک لاکھ کے قریب بتایا جاتا ہے۔ ہر چادی الاخی  
۱۳۲۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

دیوان اردو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اور اردو کلام اس کے پیشتر  
کبھی منظر عام پر نہ آسکا۔ اس کے علاوہ آپ کا سب کلام متعدد بار  
طبع ہو چکا ہے۔ آپ فارسی میں ثبات اور اردو میں شوق تخلص  
فرماتے تھے۔ اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مثنوی

بنام خداوند عرش بریں بہر بندہ پیش از گ جان فریں  
میر از صند و شبیرہ و نظیر شہنشاہ وے بے میسر و وزیر  
عظیم العطا یا جنزیل انکرم مزیل الخطا یا کفیل الامم  
ملاذ رسولان عظیم العدیل مطاع کریاں اکیل البیل  
پایم از کنش و سرم از کلمہ آزاد آمد <sup>عزل فارسی</sup> دل بے عشق تو ز عنہا ہے جہاں شاد آمد  
در سربلای و شیریں دل قیس و فریاد در جہاں کیست کہ از بند غم آزاد آمد  
دید در محلہ شوق ز بس بیتا ہم بے زباں بود جریں لیک بہ فریاد آمد

کے ز عشاق شد ایں دشت محبت غالی رفت بجنوں اگر از باد یہ فریاد آمد  
بوح دل را ہمہ ز اعداد محبت پر کن کہ دریں نقش معطر اثرے نیست کہ نیست  
کار نہ فقر عجب نعمت الوال دارد کہ کیشکول گدا ما ضرے نیست کہ نیست  
حاصل ہر دو جہاں نقد محبت باشد پیش ما فائدہ کون و مکان ایں نیست  
در بتان جلوہ الوار خدای ہم ورنہ مارا غرض از رو بتاں ایں نیست  
آں کے نقد بقا برد ازیں دار فنا کہ جز از ذات تو باقی ہمہ فلانی دانست  
رفت ز خویش چنان در طلب یار ثبات کس مٹی یا یلم دور ہر دو سرا مہجویم  
نمونہ کلام اردو

اللہ تیرا عام جو انعام ہو گیا جاری میری زبان پہ ترانہ ہو گیا  
کراس کی جیتو وہ ملیگا تجھے ضرور کوشش جو تو نے کی تو قمر کام ہو گیا  
دیکھا جب پائے حنائی کو مگر دل پس گیا پائمال خوبی رقاد آنکھیں ہو گئیں  
کوئی اور غم مجھ کو ہوتا تو ہوتا مگر بے رخ فرست خدا یا ہوتا  
فلک ہم سے اسے شوق اگر میل بھتا تو اس پہ سے اب تک ملا یا ہوتا  
ہر وادی با ہوت کی یاں دشت نور کا کس طرح سے جنوں ہو عباد ہم قدم پنا  
عقبی میں اسی کیلئے ہر راحت و شادی دنیا میں جو کہتا ہو غم اپنا الہ پنا  
خار زار عشق سے او شوق نکلو تم کہیں گمشدہ جی سے ہوا کے درہم کہیں  
تن سے سرکٹ گیا حل ہو گئی مشکل میری وہ کیا عدا کشا ناخن شمشیر سے تھا



مرزا غالبؔ اب مشوق بہت ہو مرقاؔ ابتدا میں تو میں کچھ معتقد تیر بھی تھا  
 کئی دن سے ان کو جو دیکھا نہیں ہو میری روح قالب میں گویا نہیں ہو  
 مرزا لفظ سیر پر دل جو شیدا ہو تو ہونے دو گر قرار بلا کر کوئی ہوتا ہو تو ہونے دو  
 ملتی گر نقویر یو سہن کی مجھے تیری صورت سے ملا کر دیکھتے  
 عشق سے جتنا مجھے زوال ہوا ہو اتنا ہی وہ باعث کمال ہوا ہو  
 کیا ہو رہا ہے کہ مرے طائر دل کو دام بلا گیسوؤں کا جاں ہوا ہو  
 شوق غزل سے حیا کے دشت غاطر ہم سے امیدہ جو وہ غزال ہوا ہو  
 رباعی

جس دم ہم ہاتھ میں قلم لیتے ہیں ارباب سخن جھاکے قدم لیتے ہیں  
 نقد قلم ان کو ہم دیتے ہیں جس تعظیم ان سے ہم لیتے ہیں  
 شوکتؔ - مولوی سید ابراہیم احمد عرف مولوی اگلے صاحب  
 خلف مولوی سید اصغر حسین متوطن موضع روہانی ضلع گیا۔ مقیم عظیم آباد  
 نواب لطف علی خاں بہادر سی، آئی، اے کے دار فہام تھے۔ مولوی  
 اولاد علی کا پیش سے تلمذ تھا۔ ایک دیوان اردو اور سنوی صحاب شوکتؔ  
 ان کی تصنیف سے غیر مطلوبہ ہو سکتا ہے جو میں ساڈھ برس کی عمر میں نکال کیا  
 خبر ملی تو وہ میت پہ میری آکے ملے یہ کیا ہے جو مجھے خاک میں ملا کے ملے  
 ملے وہ خاک میں آتو جو چشم تر سے گزرا خدا کرے نہ کسی کی کوئی نظر سے گزرا

شہرت۔ خواجہ محمد شاہ ولد خواجہ عبدالوہاب عظیم آباد  
 کے رہنے والے۔ وطن اصلی کشمیر تھا۔ منشی مہدی بخش تسلیم سے  
 تلمذ تھا۔ اور اس دیار کے متعدد شعرا ان کے شاگرد تھے۔  
 کرتے ہیں تعریف ابرو گت بے پیر کی دیکھنا تیزی ہماری برش شمیر کی  
 آگے اوس جنگ جو کی یاد جو بنگام غزل موج دریا میں روانی ہو گئی شمیر کی  
 تاثیر محبت بھی عجب کچھ نظر آئی دل ہی میں دل یار کی اپنے خبر آئی  
 آج آنکلی اوس شوخ کے اڑتی خبر آئی ہم خوش ہیں کہ کچھ آہ رسا کام کر آئی  
 شہرت۔ منشی محمود۔ باشندہ عظیم آباد۔

دیکھتے ہیں اوس بھل آنکھ سے رونا جل صید گہ میں صاف ہو شمیر قاتل آئینہ  
 خود ماکب آسکیں روشن دلوں کے سامنے ہو سکا کب مہر تاباں کے مقابل آئینہ  
 شہید۔ مولوی یوسف علی۔ باشندہ بہار۔ شاگرد  
 نجم۔ ۱۲۸۰ء میں تیات تھے۔

یہ تماشا گفتاں اپنا چرخ خانہ ہو دید کے قابل یہ جنگ طبل و پروانہ  
 شیر۔ سید محمد شیر۔ متوطن بہار۔ سید محبوب شیر صاحب  
 کے خویش اکبر تھے۔ مرزا غالب اور قحیدر الہ آبادی سے تلمذ تھا۔  
 ہم کو دین عشق حقیقی ہوا مجاز آوارہ گی نے کام دیا خضر راہ کا  
 صادق۔ صادق علی خاں باشندہ عظیم آباد۔



کیا دخل ہم وفاق پھر یا اور جفا سے یار سو مرتبہ زمانے میں گرا انقلاب ہو

منشی سید فرزند احمد صفیر (بلگرامی)

صفیر تخلص۔ سید فرزند احمد نام۔ خلف سید عبدالحی عرف  
میر سید احمد آحمد دار و عہد آبکاری ضلع مونگیر بن حکیم حاجی مولوی  
سید غلام یحییٰ حسینی واسطی بلگرامی وطن اصلی قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی  
صوبہ اودھ تھا۔ ۲۸ ذیقعدہ ۱۲۴۹ھ ہجری کو بہ مقام مارہرہ ضلع  
ایڑ متصل علیگڑھ کو اپنے تانہاں میں پیدا ہوئے۔ تین برس کی عمر میں  
اپنے وطن بلگرام میں آئے۔ اور پانچویں برس بہ مقام آڑہ ضلع شاہ پور  
صوبہ بہار میں اپنے جد و والد کے ساتھ آکر سکونت پذیر ہو گئے اور پھر  
جس کے ہوئے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ

ولد و مسکن۔ وطن ہوئے صفیر تین چار مارہرہ۔ آڑہ۔ بلگرام  
چودھویں برس شاعری کا شوق ہوا۔ پندرہویں برس سید محمد مہدی  
خیر بلگرامی اپنے چچو پچا کے شاگرد ہوئے۔ بیسویں برس لکھنؤ جا کر  
شیخ امان علی مسخر (تلمیذ تاسخ) سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ پچیسویں  
برس ۱۲۷۳ھ سال غدر میں مرثیہ گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اس میں  
مرزا وقیر سے اصلاح لی۔

ان کے تانہاںی قرابت مندوں میں اکثر لوگ اہل سنت و اجماع  
تھے۔ ان کے تانا حضرت صاحب عالم صاحب سجادہ نشین مارہرہ  
اور مرزا غالب سے خط و کتابت برابری رہتی تھی مشعلہ میں  
ان کی خواہش ہوتی کہ حضرت غالب کے شاگرد ہوں۔ چنانچہ  
انہوں نے ایک عریضہ دو غزل فارسی اور دو غزل اردو کے  
برائے اصلاح مارہرہ سے روانہ کیا۔ حضرت غالب نے بعد  
اصلاح آٹھویں دین جواب دیا۔ سر قمر از فرمایا۔ کچھ دنوں تک اسی طرح  
خط و کتابت رہی یہاں تک کہ مشعلہ میں یہ اپنے ماموں حضرت  
شاہ عالم کو ساتھ لے کر دہلی میں حضرت غالب کی خدمت میں حاضر  
ہوئے۔ اور بطور ایک نوجوان مرثیہ گوئی کے کہنے تک وہاں  
مقیم رہے۔ اس دوران مشعلہ صاحب آڑہ واپس آئے

دلی سے آڑہ واپس آنے کے بعد سے حضرت صفیر کی عظیم آباد  
میں اکثر آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ نواب سید ولایت خان بہادر علی علی  
کے خلف اکبر نواب تجمل حسن خان عرف سلطان صاحب سلطان  
اور شہر کے بعض علماء دین ان کے فیض تلمذ سے بہرہ مند ہوئے۔ اور  
۱۲۹۵ھ میں ان کے نام سے رسالہ "مرثیہ فیض" (تہذیب نامہ صفیر بلگرامی) شائع ہوا  
تھا جس کی بنا پر حضرت مسخر دہلوی کے ایک شاگرد سردار محمد علی طوق سے رسالہ  
تہذیب صفیر بلگرامی شائع کیا گیا۔ اور حضرت شاہد سے بھی رسالہ زبان ہوئی۔ یہ سب سالہ چھ  
ہوئے کہ



۱۹ تذکرہ مردم دیدہ۔ منسلک تذکرہ جلوہ خضر ۲ جلد۔ یہ کتاب  
اردو کے امتحانات بی۔ اے۔ و ام۔ اے میں ہنوز کا۔ آمد خیاں کیجائی  
مگر افسوس ہو کہ مطبوعہ کتابوں کے ماسوا اس فہرست کی اکثر کتابیں  
اب بالکل نایاب ہیں۔ غالباً کیرٹوں کی تذر ہو گئے۔ تاہم بعض  
کتابوں کے قلمی نسخے مولوی سید عنایت احمد صاحب بلگرامی ڈپٹی  
مجسٹریٹ نبیرہ صدیقہ بلگرامی کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ جو  
اون کی عنایت سے اس فقیر کی نظر سے گزرے۔

مشہور ہو کہ ان کی زبان میں لکنت بے انتہا تھی جس کے  
باعث متاعرواں میں پڑھتے وقت بعض اوقات کسی لفظ کا پہلا  
حرف کہتے کہتے لید جاتے کی نوبت آجاتی تو وہ پورا لفظ ادا  
ہوتا تھا۔ اسی خیالی سے عموماً پشت کی جانب گھاؤٹکے لگاتے  
جاتے تھے۔

بتاریخ یستہ ماہ رمضان المبارک سن ۱۲۸۵ مطابق ۱۲ مئی

۱۸۹۰ء پٹنہ میں انتقال کیا۔ اور آدھ میں مدفون ہوئے۔  
اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو

نہ کوئی حال پہ لینے دیا۔ دوسرے ہم سایے نہ آئیے  
دلالتہ آنکھ میں ہوں یوں کے سوا آنسو۔ گناہ ہو جو پیش ساغر شراب میں آب

میں محتسب ہی کو کو سو گئیانی پی پی کر تمام عمر یوں کا غم شراب میں آب  
نہیں ہو رہا تنگ ظرف چہ استقام ٹھہر سکے نہ کبھی ساغر شراب میں آب  
بادہ عشرت ہوش رہا تھارات جو میں جام لیا بائے یہ جرات ساقی نے کی دوڑ بھگتو تھام  
قبل کہلو تخیل کی کسی چھپ سکتا تھا خون کہیں جس سنا احوال ہمارا اوس تھہارا نام لیا  
دیکھنے بھگوا آجاتو بات تو ہوتی کہنے کو عمر تو آخر ہو ہی چکی تھی تم نے جہش الزام لیا  
ترسے لب پہ ہم جو فدا ہوئے تو اثر نمائے بقا ہوئے

جو پہلے تو تم کی صدا ہوئے جو گرسے تو خاک شفا ہو  
یہ ہمیں ہیں اے فلک نہ تم کہ رہیں رنج و بلا ہوئے

جو سنا اللست بوجہ کہ وہیں غمہ سنج بلی ہوئے  
لو اب آئیں موت کی ہچکیاں کوئی دم میں بند ہوئی رہاں

کوئی کہدے میری طرف سے داں ترسے حق سے ہم تو ادھار  
گری برق طور جو یک بیک تو لرز گیا دل کوہ تک

اوڑے سنگ ریزے جو ہر طرف تو بتوں میں جلوہ نما ہوئے  
نہ وہ لن ترانیوں کا پتہ نہ وہ بے نیاز یوں کا مہرا

یہ صتم ہزار طرح سے نہ کسی طرح سے خدا بچے  
دم نہتے مہینہ مرا برلا سوتے قبلہ آپ ہی پھر گیا

مرے ظائر ان نظر جو تھے وہی مرغ قبلہ نما ہوئے



زیر فلک ہٹاؤ جو مہنہ نقاب کو لگ جائیں چار چاند بہ و آفتاب کو  
ایکٹالے میں زیاروں کے ملا خاک کا ڈھیر لے اڑا ساتھ مگر شعلہ فریاد مجھے

### شاہ فرزند علی صوفی

صوفی تخلص۔ اصل نام سید ابو محمد جلیل الدین حسین تھا (مرد)

بہ شاہ فرزند علی) مینر شریف کے مخدوم زادوں میں تھے۔ ۱۲۴۸ھ  
میں پیدا ہوئے۔ درسیات میں فاریغ التحصیل اور صاحب علم و فضل تھے  
نظم کے علاوہ نثر میں بھی صاحب تصنیف ہیں۔ حضرت مخدوم الملائک شہنشاہ  
شرن الدین بہاری قدس سرہ کے احوال میں ”وسیلۃ الشرف“ جو فارسی  
زبان میں ہے آپ ہی کی تصنیف سے ہے۔ شاعری میں مرزا غالب  
کے شاگرد تھے۔ علاوہ دیوان فارسی اور اردو کے تین مثنویاں ”روشن  
عشق“ ”دکشت عشق“ اور ”لوار الحمد“ آپ سے یادگار ہیں۔ مندرجہ  
ذیل مثنوی کے چند اشعار میں ایک شعر پر مرزا غالب نے تین صا  
بنائے تھے ۵

فخر عالم گہر تاج رسل خواجہ کون و مکان مرجع کل  
قرطبا صرہ عین حضور اولیں موجد اور پائے خلود  
نور حق جلوہ رب شاندار ہو تو بدہ مگر اللہ اللہ ۴۴  
جن دنوں مرزا غالب کے مشکل آخری اشعار چھپنے کے

بعض لوگ مٹہ آتے تھے اور یہ کہا گیا تھا کہ ۵  
کلام میر سمجھ اور زبان میر نہ سمجھ مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھ  
تو مرزا کے اکثر تلامذہ نے استاد کی جانب داری اور حمایت میں نکلیں  
لکھی تھیں۔ چنانچہ حضرت صوفی نے بھی دو رباعیاں لکھ کر بھیجی تھیں  
جن میں اس رباعی پر مرزا نے دو صا د کئے تھے ۵ رباعی

سب تیغ زبان سے انہیں پہچانتے ہیں غالب وہ ہیں سب اہل سخن جانتے ہیں  
یہ شیر خدا کے نام کی ہو برکت ہو با اسرار اللہ کا سب مانتے ہیں  
جناب صوفی کا کلیات اردو و فارسی ہنوز غیر مطبوعہ ہے  
راقم کو مندرجہ ذیل انتخاب کلام جناب حکیم شاہ سید محمد ذلیا صاحب  
پاس بہاری سے دستیاب ہوئے جن کو انہوں نے مختلف کتب  
مطبوعہ سے جو خود حضرت صوفی کی تصنیف کردہ ہیں۔ بتوسط جناب  
شاہ اکرام الدین احمد صاحب عرفاں اسلام پور میں فراہم کیا تھا  
جناب صوفی نے ستر برس کی عمر میں ۱۲۸۸ھ میں انتقال کیا۔  
نمونہ کلام اردو یہ ہے ۵

لاکھوں نیامیں ہیں ہر اور عبادت والے کہیں وہ چاری نکلیں گے محبت والے  
باتیں اچھی ہیں بولی ہو تو ہیں اتنی ہی نیک سب نے کو سمجھتے ہیں نصیحت والے  
نہیں کہہ سکتے حد و حد اور قدم میں قیصر ہیں ترے جلوہ کجیرت میں حقیقت والے



بعض لوگ منہ آتے تھے اور یہ کہا گیا تھا کہ ۵  
کلام میر سچے اور زبان میر زاسچے مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے  
تو مرزا کے اکثر تلامذہ نے استاد کی جانب داری اور حمایت میں نکلیں  
لکھی تھیں۔ چنانچہ حضرت صوفی نے بھی دو رباعیاں لکھ کر بھیجی تھیں  
جن میں اس رباعی پر مرزا نے دو صا د کئے تھے ۵ رباعی

سید مخ زبان انہیں پہچانتے ہیں غالب وہ ہیں سب اہل سخن جانتے ہیں  
یہ شیر خد کے نام کی ہو برکت ہو یا اسرار اللہ کا سب مانتے ہیں  
جناب صوفی کا کلیات اردو و فارسی ہنوز غیر مطبوعہ ہو  
راقم کو مندرجہ ذیل انتخاب کلام جناب حکیم شاہ سید محمد الیاس صاحب  
پاس بہاری سے دستیاب ہوئے جن کو انہوں نے مختلف کتب  
مطبوعہ سے جو خود حضرت صوفی کی تصنیف کردہ ہیں۔ متوسط جناب  
شاہ اکرام الدین احمد صاحب عرفاں اسلام پور میں فراہم کیا تھا  
جناب صوفی نے ستر برس کی عمر میں سلسلہ میں انتقال کیا۔  
نمونہ کلام اردو یہ ہے ۵

لاکھوں نیامیں ہیں ہر اور عبادت والے کہیں وہ چاری نکلیں گے محبت والے  
باتیں اچھو ہیں بانی ہی تو ہیں اتنی ہی نیک سنے کو سمجھتے ہیں نصیحت والے  
تہیں کہہ سکتے حد و رشاد قدم ہی تیر ہیں ترے جلو کا کھیرت میں حقیقت والے

دیکھتے ہیں حُر کو چہ میں ہم اپنے سر پر جو کہ دیکھیں گے قیامت میں قیامت والے  
قد مہو سی تری کرتا زمین آستاں ہو کر نجل ہی آستاں مسمکت اپنی آستاں ہو کر  
دو کر تا ہر غم اس ناتواں کی استحالہ خوشی آتی ہو جب ل میں نکلتی ہو نغاں ہو کر  
ایک کر رہ گئے زہاد ہم سے پی کے چلے گئی ہو راہ کوئے یار کی باغ جہاں ہو کر  
جہاں ہو حیرانک گاہاں کہیں جسے سایہ وہ ہو مرا شب بھرا کہیں جسے

جلوے کو تیرے حشر کا کیوں انتظار ہو جلوہ ترا ہو حشر کا ساماں کہیں جسے  
دلغ تو دل کے جلتے ہیں صوفی شمع گر مہنی قبر کی گل ہے  
گر حسب خواہ گردش ایام چاہئے تو دور جام سے سحر و شام چاہئے  
مسجد گیا تھا صبح مناجاتوں کے ساتھ پر اس نے کہ وصل دل آرام چاہئے  
صوفی۔ حکیم احمد حسین متوطن گوالیار عظیم آباد۔ بانی  
درستہ صوفی۔ انہوں نے الف با کا ایک نیا قاعدہ ایجاد کر کے ابتدائی  
طریقہ تعلیم میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا ۵  
یہ صوفی مستی و مست ہوتا تھا کثرت سے مجھے نشہ نوشید ہوا ہر

صولت مولوی سید محبوب شیر خلیف مولوی سید  
راشد شیر۔ متوطن موضع محسن پور ضلع عظیم آباد۔ تلمیذ رشید مولوی شمس الحسن  
احسن بلگرامی۔ سلسلہ میں عالم شباب میں انتقال کیا۔ ایک  
ہو ان یادگار چھوڑا ہے جس کو ان کے خلیف الرشید حافظ سید



عاصی محمد خیرات حسین متوطن عظیم آباد شاگرد حکیم آغا حسن انصاری  
عارضہ یہ نہیں خط سیاہ کا دعا و احساں پر جو پیش کی سپاہ کا  
عاصی محمد خدا بخش متوطن عظیم آباد

نیا کیا نظر آ رہا ہے گل رو آباد رہے چمن ہمیشہ  
عالی - علی نواب - متوطن عظیم آباد - شاگرد آغا حسن  
خلق لکھنؤ ۱۲۹۵ء میں حیات تھے

سری طرح سے رہنے لگے وہ بھی قرار شاید یہ اون پر صبر فراموشی آ رہا  
عباس - ناظر عباس علی خلیفہ ناظر عبدالعلی ساکن  
علی گنج سیوان - شاگرد محمد شاہ شہرت - مدرسہ مارے گئے  
نب حیوان کا ترے لب میں اثر ہو گیا نہیں صاف ظلمات تری زلف و سر پہ نہیں  
ناظر میر وزیر علی عسکری

متوطن قصبہ باڑہ ضلع عظیم آباد - شاگرد رشید راجہ بیگان  
النفی - اس دیار کے اکثر شعرا ان کے شاگرد تھے - ابتدا میں نواب  
روشن الدولہ محمد مہدی قلی خاں بہادر شوکت جنگ کے یہاں ملازم  
تھے - اس کے بعد نواب ضیا الدولہ سید محمد حسن خاں تہور جنگ کے  
یہاں اور پھر انتظام الملک راجہ بھوپ سنگ بہادر کے یہاں  
منشی گری پر مامور رہے - تذکرہ "روز روشن" اور "اعجاز الحببت"

و "مواج الحیال" وغیرہ ان کی تصنیفات سے ہیں  
مہربانہ خورشید عذاری چہ توں گفت یک ذرہ سر ہمداری چہ توں گفت  
مارا کہ بجانیم خریدار و صالحت از ہر فروشاں تشاری چہ توں گفت  
کارش ہمہ بیتابی و زہار نہ گفتی ملے تعمیر کی بلکہ کاری چہ توں گفت  
عزیز - سید عبد العزیز بیس بہادر محلہ بارہ دہی ضلع دیونا

مرنے پہ بھی ہوں صورت بیمار بڑا قرار کشتہ چوں کس کی شوتی برق نگاہ کا  
خطا - آغاز تہ - متوطن عظیم آباد ۱۲۹۵ء میں حیات تھے  
دھوکا ہوا جو رخ پر ترے ہر وہما کا ہمیشہ تصور چہ یہ ہماری نگاہ کا  
علم - دوست محمد متوطن گیا - شاگرد شاہ محمد اکبر دانا پوری  
وہ بہترن کوئے کہ پہنے چڑھا عروج از انہو اسامہ فقر آتا ہے ماہ کا  
عظیم - محمد عظیم الدین - متوطن عظیم آباد محلہ لودی اثرہ  
شاگرد میرن صاحب حکمت

پہلو میں ورد آنکھ میں آنسو لبوں پر آہ شمرہ بیٹے عظیم ملاہم کو چاہا کا  
شعر - محمد عمر - متوطن عظیم آباد - پوربہ دروازہ سرکل  
میں جمعہ رہتے تھے

تیر قصاصو خلق میں شہور عام ہے وہاں کہ شمع و ترقی تو چنی نگاہ کا  
عیش - نواب ریاضت علی خان خلیفہ نواب اقبال علی خان



رئیس داؤد نگر ضلع گیا۔ تلمیذ کا ہمش جون پوری۔ غد پیل کی  
کل جائداد ضبط کر کے ہو گئی تھی۔ مگر معقول وظیفہ ما ہوا۔ آخر یہ تہ تک  
ملتا رہا۔ ۱۳۱۶ھ میں انتقال کیا۔ ایک دیوان اردو غیر مطبوعہ۔ ایک  
دیوان فارسی۔ ایک مثنوی غیر مطبوعہ اور ایک مثنوی "رموز عشق"  
مطبوعہ ان کی تصنیف سے ہے۔

موج پر اشکوں کا میرے اس قدر سیلا تجا آسمان کا دائرہ بھی حلقہ گرداب تھا  
ہماری گردش تقدیر اب کچھ ننگ لائیگی بگولہ بن کے اٹھا ہی غبار اپنے سیاہان کا  
غلام ام۔ غلام نئی خان قوم افغان۔ ساکن محلہ باقر گنج  
پٹنہ شاگرد تصنیف بلگرامی بعد غدر شریک مشاعرہ ہوتے تھے۔ چند  
سال کے بعد ڈوب کر مر گئے۔

نڈی ہر ہر مری چشم پر آب کی بھرتی ہو میرے دیدن چشم چلا گیا  
ایسا دیا خدا نے منہ ک غلام کو بوائی جو پیچھا کرے گا گلاب کی  
قائمت سید بادی علی ناں رئیس عظیم آباد سے۔

پچھانے لیکے نام بہت اوس کی چاہا پہلے خیال دل کو نہ آ پاس ہ کا  
قدومی لالہ سیدوک رام وکیں عدالت دیوانی میں سے  
جی کو نہ چین ہوئے نہ آرام پاؤں پھر کس امید پر کوئی تم سے لگاؤں  
فرحت۔ یہ فرحت علی باشندہ عظیم آباد سے۔

سرمہ ہوں تیوں نہ دیدہ اہل نگاہ کا آخر غبار بھی تو میں ہوں کس کی راہ کا  
فرحت۔ قاضی سید فرحت حسین رئیس عظیم آباد  
محلہ بخش شاگرد حضرت وحید آلہ آبادی سے۔

ہر دم جو تری چال کا انداز نیا ہو ایک شکر کئی رنگ سے دنیا میں نیا  
فرق۔ وحید الدین خاں عزت خدا بخش خاں ولد حسن خاں  
قوم یوسف زئی۔ باشندہ در بھنگہ۔ شاگرد مصحفی صاحب دیوان  
اور صاحب تلامذہ تھے۔

کبھی کبھی کہتے بہت خانہ ہو مسکن اپنا دین مذہب کہوں کیا شیخ و برہمن اپنا  
بناب ہوں میں تشنگی نزع سے قاتل پکا دے تو آب دم شمشیر گلے میں  
فرق۔ عزت علی خاں ولد قادر علی خاں عظیم آبادی  
شاگرد احمد علی کامل آقا صاحبہ قدسیہ محل کے مہنے بولے بیٹے تھے۔  
آہم زور فاتحہ خوانی کو قبر پر عزت ہماری بعد فنا ہو تمنا ہے ہاتھ  
نہایت نشتاں بن اٹھا ہوا دے کہتا ہو میرے پاؤں کو رکھ کنار ہاتھ

سید شاہ الفت حسین فریاد

شری اور محاسن۔ سید شاہ الفت حسین نام خلف سید شاہ  
عزیز الدین۔ متوطن موضع اسامی دیو پورہ متصل



سرمہ ہوں نبیوں ز دیدہ اہل نگاہ کا آخر غبار بھی تو میں ہوں کس کی راہ کا  
**فرحت** - دانی سید فرحت حسین رئیس عظیم آباد  
 محلہ بخشی شاگرد حضرت وحید آبدی ۵  
 ہر دم جو شری جال کا انداز نیا ہو ایک شہر کئی رنگ سے دنیا میں پنا  
**فرو** - وحید الدین خاں عرف خدا بخش خاں ولد محسن خاں  
 قوم یوسف زئی - باشندہ در بھنگہ - شاگرد مصحفی صاحب یوان  
 اور صاحب تلامذہ تھے ۵

کبھی کہہ کہہ بت خانہ ہو مسکن اپنا دین مذہب کہوں کیا شیخ و برہنہ اپنا  
 بنیاب ہوں میں شہنشاہی نزع سے قائل پیکار سے تو آب دم شمشیر گلے میں  
**فروغ** - عنایت علی خاں ولد قادر علی خاں عظیم آبادی  
 شاگرد احمد علی کامل آقا صاحبہ قدسیہ محل کے مہذب بڑے بیٹے تھے  
 بہر دور فاتحہ خوانی کو قبر پر عزت ہماری بعد فنا ہو تمنا ہے ہاتھ  
 نبوت آیت ان بنی انکار ہو اسے کہتا ہوں میرے پاؤں تو رکھ کنار ہاتھ

### سید شاہ الفت حسین فریاد

شہر یو و محاصر - سید شاہ الفت حسین نام خلف سید شاہ  
 درویش ازادہ محب اللہ - متوطن موٹہ اساس دیوبند متصل

پیر بگہ ضلع گیا - ۵ رجب ۱۲۱۹ھ کو پیدا ہوئے - تیرہ سال  
 تھا کہ ان کے والدین انتقال کیا جب سے یہ عظیم آباد میں اپنے  
 نانا کے یہاں رہنے لگے - درسیات عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے  
 ۱۲۳۲ھ میں عظیم آباد میں پہلے پہل اسکول قائم ہوا تھا - یہ  
 ایک عرصے تک اسکول میں فارسی زبان کے مدرس رہے - پھر مصحفی  
 ہو کر ۱۲۳۵ھ میں مرشد آباد چلے گئے اور وہاں ریڈیٹنٹ صاحب کے  
 توسل سے مرشد زادوں کی اتالیقی پر تین برس تک ملازم رہے  
 اس کے بعد ۱۲۳۷ھ میں نظامت کی طرف سے سیف مقرر ہو کر کلکتہ  
 بھیجے گئے اور سولہ برس تک اس عہدے پر ممتاز رہے - پھر پوربہ چلے  
 اس سے بھی استفاد کیا اور ایک اخبار "آئینہ گیتی نما" نظم و نثر  
 میں لکھنا شروع کیا - جو بنگال میں مشرقی زبان کا شاید پہلا اخبار تھا -  
 اس کے بند ہونے کے بعد ان کے احباب اور شاگردوں نے ۱۲۶۵ھ  
 میں "سلطان الاخبار" نکالا - پھر تیسرا اخبار "دوربین" نکالا  
 ان سب اخباروں میں ان کی نظریں اور نثر کے مضامین شائع ہوتے  
 تھے - غرض اس طرح مسلسل ۳۵ سال تک کلکتہ میں مقیم رہے  
 اس طویل مدت کے درمیان کچھ دنوں کے صرف دو بار عظیم آباد  
 آئے تھے - پہلی بار ۱۲۵۵ھ میں صرف چار ماہ کے لئے - اور دوسری دفعہ



عظیم آبادی کا شاگرد بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ بیشتر فارسی کہتے ہیں۔ اپنی شاعری کا بہت غرور رکھتے ہیں۔ "اگرچہ کئی پایا جاتا ہے کہ اردو میں حقیقتاً بہت کم کہتے تھے۔

بہر حال۔ فارسی میں شنوی گنجینہ عشق، شنوی کوہستان اخلاق۔ "شنوی" روضۃ المعانی اور چھ سانس نام شنویاں ایک فارسی غزلوں کا دیوان۔ اور دس بارہ جلد بھی قصیدے تھے جن میں دو تین قصیدے اور ایک شنوی "مولیہ حاکان اخلاق" چھپ گئی تھی۔ باقی کا پتہ نہیں۔

اردو میں بھی ایک قصیدہ۔ ایک شنوی "ظلم جہاں" اور غزلیں تھیں۔ مثنوی کلام یہ ہے

نہ وہ تیغ غضب سے بن آئی کبھی نہ وہ خنجر برق بلاست کیا

جو بہر جہر قضاے کیا وہی آن میں تیری آہ اسے کیا

نہ بشارتیں تھیں نہ وہ ہنسی نہ مخاطبت تھی بعد خوشی

رہے سر کو ٹھکائے وہ دیر تلک، یہ غضب مری آہ رستا کیا

شب غم میں جو آئی زباں پہ مری مرے دم کو بھی ساتھ ہی لے گئی

مرے ساتھ کیا وہی آہ نے بھی جو چراغ کے ساتھ ہوائے کیا

ہر ایک کے باتشاہ مگر کبھی کو بے نشان پایا مگر اس بے نشانی پر جہاں ہونڈ جہاں پایا

گئے جس جس جگہ بسنے کو خواہاں اماں ہو کر زمینوں کے نیچے سر کے اوپر آسمان پایا مدد کرتی ہو تو اس وقت جب چارہ نہیں ہوتا زمانہ میں کبھی کولے اجل ایک مہربان پایا خدا جانتی اس طرح کے اس کے بنائے تھے عروس ہر کو فریاد جب بکھا جواں پایا

مٹی رہی ہو ترے قدم کے نشان پر کیونکہ زمین کو فخر نہ ہو آسمان پر

جھوٹی شراب ساقی پیاں شکن جو کہ آب بقا کو پھر نہ دھروں میں زبان پر

کچھ نہ پوچھو ان دنوں دل کو شکیبائی نہیں رات بھر کس کس طرح چاہا یہ نیند آئی نہیں

دیکھ کر مکتوب میرا یوں دیا اس نے جواب کہدے قاصد میرا اور ان کے شناسائی نہیں

جس کو دیکھا وہ خط باطل نظر آیا مجھے صرف دیوانہ ترا عاقل نظر آیا مجھے

سارباں کہتی تھی ملی کہ تو بھی مڑے دیکھ کوئی دیوانہ پس محل نظر آیا مجھے

اللہ اللہ مرجع عالم ہی تیری بارگاہ شاہ بھی در پر ترے سائل نظر آیا مجھے

کھل گئی وہ زلف تحریک صبا جس گھڑی اس کے ہر ایک پیچ میں ایک دل نظر آیا مجھے

نہ گزری پیر فریاد بحر عشق میں پر نہ اس کا آج تک ساحل نظر آیا مجھے

فرید۔ مولوی حاجی محمد فرید۔ متوطن بھلواری۔ ہجرت

کوئٹہ مدینہ سوارہ گئے۔ وہیں مشعلہ میں انتقال کیا

دکھادوں میں آہ چشم تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

وہاں وہ چمکے یہاں یہ برسے فلک پہ بجلی زمیں پہ باران

وہ بام پر اپنے خمزدہ زن ہے زمین آسمان سے میرے تر ہے



عجب ہو ایک سیر و پیر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں  
فرید بعد از قصیر تو نے کیا ہے سر سبز اس زمیں کو  
قدم رکھے کون اس میں ڈر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں

**فضل** - محمد فضل الرحمن - متوطن عظیم آباد سے

بے فائدہ ہو حکم مجھے قتل گاہ کا کافی فقط اشارہ ہو ترجمہی نگاہ کا  
**فہمی** - شیخ دیانت حسین خلف شیخ ہدایت علی - باشندہ  
بہار - ماڈل اسکول ضلع مونگیر میں مدرس فارسی تھے - فارسی وارد و  
دونوں میں فکر سخن کیا ہے **شمال** کے شاگرد تھے

نہ وہ میں ہوں نہ وہ زمانہ رہا دل لگانے کا اب مزانہ رہا  
کی یہ اشک و حیا نے پردہ دری راز میرا ترا چھپا نہ رہا

**فیاض** - فیاض حسین متوطن بریلی مقیم آ رہے - برادر خورد ڈاکٹر

حبیب اللہ خواجہ فخر الدین حسین سخن دہلوی کو اپنا کلام دکھاتے تھے  
راہ پر اپنے نہ اب تک وہ ستمگر آیا عجب ایسے پر الہی دل مضطر آیا

**قادر** - مرزا قادر بخش - متوطن دہلی مقیم عظیم آباد شاگرد  
مولوی عبد الکریم خاں آشتی پھکیٹی میں مشہور تھے

مانگ باؤں میں نہیں اوس کے عیاں بالاکمر نہر حویاں کی ہو ظلمت میں رواں بالاکمر  
قائم - نانہ جگت بہاری لال باشندہ عظیم آباد کوچہ چاند

شاگرد صغیر بلگرامی سے

ہوتے ہیں وصل یار کے سامان تھے پھر دل میں جمع ہوتے ہیں ارمان تھے  
آتا ہو کوچ سیر کو وہ غیرت بہار بدلے گا اب تو رنگ گلستاں نے تھے

**قاسم** - سید علی خاں ولد میر فضل علی خاں عرف میر بڑھن

عظیم آبادی - شاگرد رشک لکھنوی - بہ سبب قرابت شیخ فتح علی  
داروغہ نواب قدسیہ محل لکھنؤ گئے تھے - پھر کانپور میں مقیم رہے - راہ

کر بلا میں انتقال کیا - صاحب دیوان تھے

دیکھتے ہی اوسے وہ شوخ مٹا دیتا ہو کو دکان مشق جو کرتے ہیں مکر نام کے حرف  
نام گل مشق یہاں تک کئے ماشاء اللہ خطا گوار ہوئے اوس بیت کا قلم کے حرف

**قربان** - میر قربان علی - باشندہ عظیم آباد سے

خاکوں دل کیونکر اوس کہاں ابرو پیکار کہ آزرہ نہیں کرتا ہر کوئی اپنے مہاں کو  
**قریب** - خواجہ عبدالکریم ابن شیخ احمد علی - ساکن شہر گھاٹی

ضلع گیا - تالیف و تصنیف کا بھی شوق تھا ساکنانہ میں انتقال کیا  
جو دیکھا ترے روئے گلگوں کو چمکے نہ پھر مجھ کو باغ ارم یاد آیا

**قمر** - مرزا غلام حسین - باشندہ عظیم آباد - شاگرد قاسمی  
محمد صادق خاں اختر سے

دل پس گئے ہزاروں کے بغیرت چمن پاؤں گاتیرے ہندی لگانا غنیمت ہوا



قمر۔ مولوی قمر الدین حیدر متوطن آ رہ۔ شاگرد حقیقہ بلگرامی ۵  
 جس سب گردن چٹان بتاں کہتے ہیں میں نے دیکھا تو مری گردن نسبت غلی  
 تو نے نماگاہ تھا دل جان بھی دیدی ہیں حوصلہ سے ترے بڑھکر مری ہمت غلی  
**کامل**۔ شاہ مرشد حسین خلف طالب حسین عظیم آبادی ساکن درجہ  
 بقول مولف "جلوہ خضر"۔ مزاج میں کچھ وحشت تھی۔ ستلہ تک  
 حیات تھے۔ مرثیہ گوئی کا بھی شوق تھا۔ تحصیل علم کے لئے لکھنؤ گئے تھے  
 پھر اپنے وطن کو چلے آئے۔ خواجہ وزیر لکھنوی کے شاگرد تھے ۵  
 چٹکی انگشت منائی سے بجا کر کہتے ہیں ہوتا ہی لال بودیکو حنا کے رنگ کا  
 نفع انہوں سے نہیں ہوتا ہو بے تائید غیر دیکھ سکتی ہو کبھی بے آئینہ رخسار آنکھ  
**کاہش** مولوی اولاد علی۔ متوطن جون پور۔ مقیم گیا  
 عدالت دیوانی میں پیش کار تھے۔ مصحفی سے تلمذ تھا۔ اور اس  
 دیار کے متعدد شعرا ان کے شاگرد تھے ۵  
 بیان حال دل زار ہو نہیں سکتا یہ درد وہ ہے کہ اظہار ہو نہیں سکتا  
 رشک مقتل ہو ترا کو چہ بت قاتل مگر گہر تر ہے میں جدا کا فر جدا تر ساجدا  
 یوں حسرت دل کہتی تھی فریاد سے روز تیشہ کو لگا سر پہ تو پچھتاوے کا آخر  
**کبیر**۔ رفعت حسین ساکن مفتی گنج ضلع پٹنہ۔ شاگرد حقیقہ  
 بلگرامی۔ میر جان علی احمد قتی کے بڑے بھائی تھے ۵

عشق نے تیرے مجھے دیوانہ ایسا کر دیا راز دل میں جو سر تھا سب ہویدا ہو گیا  
 آپ تو عیش میں دن رات رہا کرتے ہیں ہم یہاں بچ و مصیبت کو سہا کرتے ہیں  
**کرامت**۔ سید شاہ کرامت ہمدانی ساکن بہار شریف محل اصل  
 گڑھی۔ حضرت مخدوم سید ہمدانی عرف حضرت مخدوم منجن کی اولاد میں تھے  
 (۱۱۹۰ھ میں پیدا ہوئے) ۱۲۹۹ھ میں انتقال کیا ایک یوان غیر مطبوعہ یادگار چھوڑا حضرت غالب رحمہ اللہ  
 میری بچپن کے شامل نکل آئے گا کلچر جو یہی رہے گی حالت جو یہی رہے گا رونا  
**کلیم**۔ سید نور شہید احمد۔ منشی سید فرزند احمد حقیقہ بلگرامی  
 کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے ۵  
 نزع میں بھی مجھے صورت نہ دکھائی ظالم دید کی دل میں لئے جاتے ہیں حسرت کبھی  
**کلیم**۔ حکیم سید محمد موسیٰ متوطن موضع سید آباد ضلع گیا  
 شاگرد حضرت مست بنارس و حضرت شاہ عظیم آبادی ۵  
 اوس گل کے لئے بزم بیل عاشق رہے نغمہ زن ہمیشہ  
**کوثر**۔ عبدالواحد خاں۔ متوطن دانا پور۔ شاگرد حضرت  
 شاہ محمد اکبر دانا پوری ۵  
 کس درجہ ضعف نے ہمیں مجبور کر دیا آنا بیوں تلک بھی ہر دشوار آہ کا  
**کیفتی**۔ سید منیر الدین احمد عرف منامیاں۔ خلف مولوی  
 سید واہب حسین ساکن موضع روہائی ضلع گیا۔ مولوی اولاد علی



کا ہنس جون پوری کے شاگرد تھے اور خود بھی صاحب دیوان  
و صاحب تلامذہ تھے ۱۲۸۸ء میں انتقال کیا ۵

ایک مدت سے جو ہم محو جہاں یادیں چشم حیرت بن کے مثل روزن دیوان  
کشتگان عشق کا عقدہ ذرا کھاتا نہیں ہر وہاں زخم پہنتے ہیں یہ کیا اسرار ہیں  
کیفی - شاہ مبتلا حسین ق شاہ میاں جان صاحب خلف حضرت  
شاہ بنی بخش صاحب متوطن عظیم آباد محلہ علی شہد تقریباً ۱۲۳۵ء میں  
پیدا ہوئے - بیعت و خلافت شاہ تھلام حسین صاحب سے حاصل تھی  
ہندوستان سے باہر ملک برما میں آپ کے متکرموں مرید اور عقید  
تھے - ۱۲۸۰ء میں انتقال کیا - ایک دیوان یادگار چھوڑا جو بنام  
تاریخی اخیر محمدی ۱۲۸۰ء میں چھپ گیا تھا - نمونہ کلام ۵

مجھے اس قدر کیوں تری آرزوی جو تو ہی سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو  
جو آئینہ دل میں دیکھا تو پیار سے تری شکل و صورت سر ہو ہو ہے  
اٹھا کر نظر جس طرف دیکھتا ہوں جھلک روئے نور کی ہر جا رسو ہے  
ازل سے شب روز دن کی ہوائے تری آرزو ہے تری جستجو ہے  
اب اس جوش الفت بڑھنا کیفی اسی میں ادب ہو اسی میں غلو ہے  
گر آئی - سید نور احمد خلف ارشد جناب محمد قیصر بلگرامی ۵  
ہر دانہ کسی بات کی کھٹکانہ کسی کا ستا ہی نہیں یہ دل دیوانہ کسی کا

گر تم - عشق بشیر الحق - متوطن بہار - عدالت منصفی  
میں سرشتہ دار تھے ۵

غضب مگر کے عشق لبیاں بخش دلبیں لکھی تھی ہاتھ سے عیسیٰ کے موت پتھر میں  
گیسو - لالہ نند کشور سنگہ - متوطن عظیم آباد ۵

گیسو نہ فکر کچھ عقیقی کی دل میں آپ دھو دیں گے رو کے انگ کے دفتر گناہ کا  
لائق - میر علی احمد خلف میر حیات علی ساکن موہنجی ضلع  
شاہ آباد - شاگرد صغیر بلگرامی ۵

لے بت تو اگر خفا ہوا ہو مجھ بندہ زار کا خدا ہے

ماسر - مرزا محمد یوسف حسین عرف محمد امیر خلف آغا علی  
لکھنوی - مہدی حسین خان آباد کے شاگرد تھے ۱۲۸۱ء میں عظیم آباد  
آئے اور یہیں بود و باش اختیار کی - کچھ دنوں نواب مرشد آباد کے  
صاحبزادے کے استاد بھی رہے - ۱۳۱۰ء میں حیات تھے ۵

چچ میں لائیں گے مجھ کو یہ سر اسر گیسو لے پری دیکھ تو چہرے سے ہٹا کر گیسو  
میں نے جو پکارا تو ظرافت اسے سوچی آواز بدل کر یہ کہا گھر میں نہیں ہیں  
بوجہ ضعف عالم پیری سے خم نہیں میں جھک گیا ہوں بوجھ اٹھا کر گناہ کا  
تو یہ بھی اب تو کرتے ہوئے شرم آئی ہی کیا پوچھتے ہو حال پہلے گناہ کا  
ڈرتے ہیں سن کے آپ کی رحمت کا زور شور بڑھ جائے حوصلہ نہ ہائے گناہ کا



ماہی - مولوی سید اصغر حسین رئیس عظیم آباد میر بھٹک کے  
پوتے تسلیم کے شاگرد تھے۔  
مرہ پر روک رکھا ہر شرک ثور افزا تماشا ہر کہ ہم نے بال سے باندھا دیہ  
مبارک سید شاہ مبارک حسین رئیس عظیم آباد تلمیذ حضرت  
وحید آبادی۔

کہتے تھے لوگ ہوا کا بھی گز جس میں نہیں عاشقوں کی اوسی کوچ میں تو کثرت نخلی  
کھل گئیں لہ پہ جو باتیں تری عیاری کی میں محبت جسے سمجھا تھا عداوت نخلی  
متین سید محمد باقر ابن میر زین العابدین باشندہ چھپرہ  
بیشتر مرثیہ کہتے تھے۔ مرزا دبیر کے شاگرد تھے ان کا کلام دستیاب ہوا  
محذروں - سید محمد حسین عرف محمد صاحب رستل  
ورس حاجی گنج - شاگرد صفیر بلگرامی۔

کسی کے ماجرے دل جب واقف نہیں کوئی ہی حیرت ہر میرے حال پر کیوں لوگ کہتے ہیں  
محسن - سید علی محسن ابن سید محمد حسن امیر بلگرامی مقیم آردہ  
شاگرد صفیر بلگرامی۔

جنت کو بھی ہر داغ ہمارے مزار سے کس نے چڑھائے توڑ کے دو پھول ہار سے  
محسن - محسن علی باشندہ مونگیر ولد اکبر احسان علی  
شاگرد مولوی عصمت اللہ شیخ ان کا ایک مختصر دیوان چھپا تھا۔

ہوتی جو محبت نہ کسی پردہ نشیں سے چرچا مرا ہرگز سر باز ارنہ ہوتا  
دل کی دیتا ہر خبر آٹھ پہر فرقت میں کام ہر کارہ کا کرتا ہر مرا ہر آنسو  
مختی - منشی ہری ہر ناتھ باشندہ عظیم آباد - شاگرد عمرتی۔  
ز آتش پھر اسوز و گداز ست و نے وعدہ وصل تو ام تاب تو انم دادند  
مخلص - سید اولاد علی ابن سید ابو علی بلگرامی - عظیم آباد  
میں اکثر آتے تھے۔

ہوں وہ غم دوست کہ منت کش فریاد نہیں ہوں وہ نالاں کہ خموشی کے سوا یاد نہیں  
مخلص - منشی محمد حسین خاں ولد امانت خاں بن قطب خاں

یاشندہ بھاکپور - مولوی عبدالغفور خاں نسلخ کے شاگرد تھے۔  
شرح جوش شوق پایاں کو نہ ہونچا نام یہ لکھتے لکھتے یار کو خط ایک دفتر ہو گیا  
درد و غم فراق میں ہوتی ہر یہاں بسر کشتی ہر اون کی نغمہ و چنگ رباب میں

جو امر دنیا میں وہ مغرور پیراں میں جس کو دیکھو قصید و فقہ و پیراں میں ہر  
مداح - حکیم لوارش حسین مقیم منظر پور شاگرد صفیر بلگرامی۔

جہاں میں آئے نہ دل کچھ بھی کامیاب چلا ضعیفی آئی لڑکپن گیا شباب چلا  
مسلسل - شیخ وزیر علی خاں شیخ زبیر علی عرف رمضان علی

ابن شیخ فاروق علی باشندہ مونگیر عدالت دیوانی میں دکیل تھے۔ اور  
مولوی عبدالغفور خاں نسلخ کے شاگرد تھے۔



لکھا ہر حضرت دل مرحوم کا جو حال ہر لفظ میری بیت کا ماتم سرا ہوا  
 اللہ سے کو چہ گردی جانان کا وصل جب پاؤں تھک گئے تو پھر سر تمام را  
**مشاق** - حکیم غلام علی ساکن عظیم آباد محل گورہٹہ سے  
 جو ہر دکھا رہے ہو جو تیغ نگاہ کا منظور چشم قتل ہے کس بیگناہ کا  
**مشہور** - حکیم بھجی پرشاد متوطن عظیم آباد سے

اب دل میں بغض بیٹھ گیا ذکر اٹھ گیا اُلفت کا دوستی کا صحبت کا چاہ کا  
 میرٹھ شاہ حفاظت حسین خلف مولوی بخشش سین ساکن گنج پڑنہ غلام صاحب بکرمی سے  
 پھیلا ہوا جو اون کی نگاہوں کا حال ہو اب بیک مرغ رنگ کو اڑنا محال ہو  
 مفتوں سید محمد رضا متوطن بگرام مقیم آ رہ۔ فارسی میں قصا تخلص کرتے تھے۔ دیوان  
 اردو قصیدہ محبت "ان یادگار ہیں فارسی میں زنا قتل کے اردو میں مصحفی کے شاگرد تھے۔  
 گر کرے زیب گلو وہ نوجواں بترہ رنگ فیض رنگ بترہ سے تیغ مر جاں بترہ ہو  
 ناصح نثریں گے لب نوشیں کی قسم ہے شیریں سخن تیری ہمارے لئے سم ہے  
**مکرم** اکرام الدولہ اکرم الملک مکرم الشعر اکرم علی خاں بہادر شیر جنگ  
 ابن امیر ابن امیر معظم علی خاں بہادر کافی قوم پٹھان۔ بہادر شریف کی پہاڑی  
 پر اب تک ان کے مکانات کے کچھ کھنڈ رہا بی ہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ  
 میں آبادی جائیدادیں ضبط ہو گئی تھیں۔ انقلابات زمانہ سے وطن کو خیر یاد کہہ کر  
 لکھنؤ اور دہلی وغیرہ کی سیاحت میں مصروف رہے۔ بالآخر ہمسایہ

نرا نذر سنگہ والی سر ہند کے دربار میں کیس قدر آرام سے زندگی بسر ہوئی۔  
 مکرم بنے یہ سب واقعات ایک قصیدے میں خود ہی نظم کئے ہیں۔ آخر  
 عمر میں اپنے وطن مالون کو واپس آ گئے تھے۔

ان کے کلیات فارسی میں قصائد حمد و نعت اور مناقب ائمہ کے  
 علاوہ چند قصائد ابو ظفر بہادر شاہ اور ولی عہد بہادر مرزا فخر کی مدح میں  
 بھی ہیں۔ غزلیات کا مجموعہ چند ہزار ابیات کا ہے۔ اس کے علاوہ رباعیات  
 ہفت بند۔ تہمیس وغیرہ اور فارسی کی دوثنویاں ہیں۔ کہیں کہیں مقطع  
 میں اپنا تخلص مکرم الشعر ابھی لکھا ہے۔ مثلاً  
 باشد مکرم الشعر خانہ زاد شاہ در آرزوئے خویش از مورد عطا  
 کلیات پر جو ہر لکھا ہے اس میں ۲۶۷ قصائد لکھا ہوا ہے۔

فارسی کے کلیات سے اردو کا کلیات چھوٹا ہے اور اس کے بہت سے  
 اوراق جا بجائے غائب ہیں۔ لیکن صرف یہی ایک نسخہ ہے جس کو مصنف نے  
 اپنے لئے مرتب کیا تھا۔ اور اب خانقاہ بہادر شریف کے کتب خانہ میں موجود  
 ہے اس کے مانوسو غالباً اور کہیں اس کی دوسری نقل نہ ہوگی۔ یہ مرزا غالب کے  
 ہم عصر تھے۔ غالب کی اس شہور غزل ہے

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں  
 پراہنوں نے نھرے بھی لگائے ہیں۔ اس مقام پر اردو کے دیوان سے



چند شور و غوغا کلام درج کئے جاتے ہیں ۵  
 دل تنگ مت ہو اُس کے دہن سے نکل گیا تھا ایک شک مجھے دہن سے نکل گیا  
 ہوا پدید سپیدہ دم صبوحی سے غضب ہی بند رہے آفتاب شیشے میں  
 رخ مسلمان ہو تو خاں رخ جاناں ہندو اس لئے بند ہے میں اس بیت مسلمان ہندو  
 دل نے ہرگز نہ کیا فصل بہاری میں نبول سے ہر چند مری طبع نے چاہی تو بہ  
 کیوں نگاہ قہر سے اس ہر کے بے تاب ہے بے قراری میں دل عاشق مگر سیما ہی  
 دل تڑپنا اس طرح سینے میں ہرے کے لئے جیسے خشکی میں تڑپتی ماہی بے آب ہی  
 کرجات آخرت کا شاہد دے کو سبب مطمئن مت بیٹھ دنیا عالم اسباب ہی  
 ہر مکر مہم میگوں کو میکدہ مثل حرم طاق ابروئے معان ان کے لئے محراب ہی  
 ملکوت اسماعیل علی خاں متوطن عظیم آباد شاگرد منشی امدا حسین صفیر  
 فرخ آبادی ۵

ایک عمر میکدہ میں بسر ہو گئی مری اب راستہ بھی یاد نہیں خانقاہ کا  
 سب ناز نزلے میں نہیں کیا کہوں کیا ہو آفت ہو چھلاوا ہو قیامت ہو بلا ہو  
 مہمتون میرا منت علی باشندہ عظیم آباد شاگرد فرزند علی  
 موزوں تحصیل علم کے لئے دہلی گئے تھے ۵

لے دئے کتیرے لئے اس خاک نشیں کو حوں یاد لئے پھرتی ہی گھر گھر پیش دل  
 موج مولوی محمد شفیع ابنی نور علی مختار متوطن عظیم آباد شاگرد

شمس آباد لکھنوی۔ غازی پور میں وکالت کرتے تھے ۱۸۳۵ء میں حیات تھے ۵  
 مدد باد سے لہراتے ہیں جیسے دریا موج تریف سے بڑھتی ہی طبیعت میری  
 قہر۔ شیخ محمد اسماعیل مختار خلف منشی محمد ابراہیم وکیل عدالت  
 آرہ شاگرد صفیر بلگرامی۔ رسالہ فروغ ہر۔ جلال ہر۔ مجمع القوافی اور  
 عروص ہر وغیرہ ان کی تصنیف سے ہیں ۵

چھوڑوں صنم کو اپنے میں کس عتا پر دشمن کمر کو باندھے ہوئے ہیں فنا پر  
 تازش۔ محمد بشارت الحق خلف مولوی رفیع الرحمن و انس شاگرد  
 جناب اکبر دانا پوری ۱۸۹۵ء میں انتقال کیا ۵

نہ آیا چین مرنے پر بھی میرے مضطرب دل کو ابھی تک زلزلہ ہوا ہی ظاہر میری تربت سے  
 ناطق۔ شیخ احمد شاہ ولد شیخ محمد شاہ باشندہ سکندر پور نواب  
 عظیم آباد۔ یہ سبب قرابت شیخ محمد شفیع وکیل صدر اکبر آباد میں ملازم تھے  
 مرزا عنایت علی ماہ سے تلمذ تھا ۵

زلف کا مضمون کیا تحریر اپنے ہاتھ ہم نے ڈالی پاؤں میں زنجیر اپنے ہاتھ سے  
 چومتے ہیں پہروں ہاتھوں کو مصوئے صنم کھینچتے ہیں جب تری تصویر اپنے ہاتھ سے  
 حکیم محمد ہادی حسن خاں نایاب

خلف حاجی امیر حسن خاں مرحوم ابن دیوان مولا بخش صاحب سی، اس کے  
 رئیس اعظم رسول پور۔ اس دور کے خوش گو شعرا میں تھے۔ ابتدا میں مولوی



عبدالواحد سیماک تلخیص میرزا علی صاحب سے مشورہ سخن فرماتے تھے۔ پھر  
منشی مظفر علی خاں آسمیر تلخیص مصحفی کو اپنی غزلین کھائیں ۱۲۹۹ء میں آسمیر نے  
انتقال کیا۔ اون کے بعد منشی امیر احمد صاحب آسمیر مینائی مرحوم سے رجوع کیا تھا۔ ہنوتاؤں کے  
حلقہ تلامذہ میں داخل نہ ہوئے تھے کہ تیسرا ہوں خود حضرت تالیف انتقال ہو گیا  
ان کے انتقال کے بعد ان کا دیوان بڑا اصلاح حضرت آسمیر کے پاس بھیج دیا گیا۔ اون  
بعد اصلاح اوس کے مولوی اعجاز حسن خاں خلف اکبر حضرت تالیف طبع کرایا۔  
مصحفی و تمیر کے رنگ میں فرماتے تھے۔ دیوان مطبوعہ آپ کے خلف اصغر  
جناب یاض حسن خاں صاحب خیال کا عطیہ فقیر کی نظر سے گذرے یہ اس مختصر انتخاب سے  
نگاہوں نہاں رکھتا ہی عالم ناتوانی کا بجا ہو کر کریں اب ہم بھی دعویٰ لن ترائی  
کیا کہ سارے سبک گلستاں چھوٹا تیرا دروازہ نہ ہم سے مگرے جاں چھوٹا  
کیا بتاؤں تجھے احوال چمن اوصیاد پر بھی نکلے نہ تھے جس وقت گلستاں چھوٹا  
ہو جو راحت کی طلب بدخ اٹھا لو پہلے بادشاہی ملی یوسف کو جو زنداں چھوٹا  
بنوار ہا ہو غافل کیا اپنا گھر زمیں پر کل ہو گا تو زمیں میں ہو آج اگر زمیں پر  
تیرا ہی نام ہر دم لے دوست رٹ رہے ہیں حور و ملک فلک پر جن و بشر زمیں پر  
تم تو پلنگ پرداں پھیلا کے پاؤں شو تیرا کیا یہ مضطربیاں رات بھر زمیں پر  
دست طبع بڑھاؤں ایسا نہیں لگتا میں ایسا نہ ہوں بھی برسیں اگر زمیں پر  
ہائے کچھ کر نہ سکے دنیا میں بخشش روز جزا کے قابل

پائی انسان نے امانت کیسی جو نہ تھی ارض و سما کے قابل  
زیر زمیں تو بیخ و الم کا گماں نہیں سر پہ وہاں زمیں ہو کچھ آسمان نہیں  
ارباب جاہ کا پس مردن کہاں قلق روتا ہو کون قیصر و حفور کے لئے  
تتار۔ نثار علی ولد چودھری عنایت احمد متوطن چوسا ضلع شاہ آباد  
شاگرد مولوی شاہ عبدالعلیم آسمی غازی پوری ۵  
ہر وقت اون آنکھوں سے یہی خوف ہو مجھ کو سویا ہوا فتنہ کہیں بیدار نہ ہو جائے  
بخف شیخ نجف علی متوطن عظیم آباد محلہ مغلیہ شاگرد نوروز علی خاں مکتا  
شاہ و گد ا طریق محبت میں ایک ہیں یوسف سے جا کے پوچھے مرا کوئی چاہ کا  
تندر میر نجف علی نواب محمد فاضل خاں کی اولاد میں تھے۔ خاندانی معاش  
تباہ کر کے عدالت پٹنہ میں کالت کرتے شاعری میں حضرت قریا دے تلمذ تھا  
نہایت خوش مزاج۔ بذلہ سنچ اور لطیفہ گو تھے موسیقی میں بھی اچھی مہارت رکھتے تھے  
کر قدر مری مجھ کو گلے اپنے لگالے ڈھونڈے نہیں ملتے ہیں صنم چاہنے والے  
تم جلتے ہو اب روٹھ کے مجھے بہت اچھا یہ تو کہو دل میرا کیا کس کے حوالے  
ہوش و خرد و تاب و توان صبر و تحمل سب کھو کے تجھے چاہتے ہیں چاہتے دے  
کیا سحر کیا تندر دل افکار یہ تم نے دیوانہ سمجھتے ہیں اوسے دیکھنے والے  
سائے گھر میں ہیں ہمیں ایک کمانے والے اور سب بچھکے ہیں مفت میں کھانے والے  
نصیر شاہ علی حبیب خان الرشید حضرت فردا لاولیا شاہ ابوالحسن



سجادہ نشین پھلواڑی ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا۔ دیوان فارسی چھپ گیا ہے۔  
ایسرپاہ بے کساں قریادرس فریادرس دے سنگیر عاجزاں فریادرس فریادرس  
**نکبت**۔ سید حامد حسین عرف میرن صاحب متوطن عظیم آباد محلہ  
کشمیری کوٹھی۔ اس دیار کے بعض شعرا ان کے شاگرد تھے۔

پاماں ہو کے غیر کو تکلیف دی تو کیا اب لاغری بنانہ مجھے خار راہ کا  
نور۔ مولوی محمد نور المحسین ساکن شہر گھائی ضلع گیا۔ شاگرد مولوی  
اولاد علی کا ہمش بہ عمدہ منصفی ملازم سرکار تھے۔ ۱۳۰۲ھ میں انتقال کیا۔  
جن دنوں میں شعل داغ دل بیتا تھا اک چراغ روز سا خورشید عالم تاب تھا  
**نہال** سید شاہ نہال حسن۔ متوطن مولانگر ضلع موگیہ ساکن عظیم آباد  
بخشی محلہ ۱۲۹۲ھ میں عالم شباب میں انتقال کیا۔ شاعری میں حکیم عبد الحمید  
صاحب پریشاں سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ حضرت صغیر بلگرامی سے بھی  
رابطہ و خلوص تھا۔ دیوان ان کا انھیں کے مطبع میں چھپنے کو دیا گیا تھا۔ ہنوز  
شائع نہ ہوا تھا کہ خود ان کی کتاب حیات کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کے اکثر اشعار آج تک  
لوگوں کی زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔

خال میں خط میں ہی یا ابرو خدا میں ہی دل گم گشتہ ہمارا انہیں دو چار میں ہی  
بھر ہی ل میں رماں اون کی محفل میں لجاؤ خدا جلے میں کیا کہنے کو چاہوں مگر کیا نکلے  
نہال خستہ جاں کو دیکھ قدرت یاد آتی ہو جواں میں شرمی تھے وہ آخر یار سا نکلے

مرام قد سے جی اٹھنا بھی دیکھو چلے جاتے ہو کیا ٹھوکر لگا کر  
تم نہ کرنا یاد مجھ کو خلد میں شربت دیدار حق اچھوٹہ ہو  
مانا اسے آہ عرش پر بھی گئی یہ تو بتلا کہ تو اودھر بھی گئی  
دیکھیں اب عذر کیا ہے آنے میں خط بھی پہونچا میری خبر بھی نہی  
کیا کہوں تجھ کو لے قضاے رقیب نگہ نازنین اودھر بھی گئی  
آپ تلوار تو لے رہے تھے ناں کام کر بھی گئی  
دیکھی شوخی ادا کی اون کی نہال لے لیا دل کو پھر کر بھی گئی

رباعی

کیوں گے پرخ پہ عیسیٰ خفیاں ہوتا ہی آپ کیوں نیچے رہے کیا کیا گماں ہوتا ہی  
کھل گئی فضل الہی سے حقیقت یہ نہال وہی جھک جاتا ہی ملیہ جو گراں ہوتا ہی  
تیسرے۔ مولوی عبدالغفور۔ متوطن دانا پور۔ مدرس مدرسہ عین الاسلام

شاگرد شاہ محمد اکبر دانا پوری۔

بسمل تڑپ رہے ہیں کہیں کٹ رہے ہیں ہر ہر شور اوس گلی میں خدا کی پناہ کا  
چہ قریم۔ وزیر علی خاں باشندہ عظیم آباد۔ شاگرد نواب جعفر حسن خاں  
فیض موسیقی میں اچھا دخل رکھتے تھے۔

سو سواداؤ تازہ ہیں ایک ایک گام پر ہم خاک میں ملے تری طرہ خرام پر  
عاشق ہو ہیں ہم ترے لے جاں نئے صدے دکھانہ دشمن ایمان نئے نئے



وصی شاہ وصی احمد بھلواڑی کے پیر زادوں میں تھے۔

میرا خون گر چہ پائمال ہوا آستانہ تو اون کا لال ہوا

ولا۔ حسن نواب متوطن عظیم آباد۔

انگشت بندان میں کھڑے لاس پہ میری پوچھے یہ کوئی اون سے کہ اب سوچتے کیا

وصی شاہ دیدار حسن عرت شاہ آغا جان صاحب

خلف شاہ بنی بخش صاحب۔ متوطن عظیم آباد محلہ سہلی شہدرہ تقریباً ۱۲۵

میں پیدا ہوئے۔ جناب شاہ غلام حسین صاحب سے بیعت و خلافت

حاصل تھی اور اس سلسلہ میں اکثر ملک برما بھی جایا کرتے تھے۔ ۳۲

سلسلہ کو بہ مقام رنگون انتقال کیا۔ بیشتر نفٹ فرماتے تھے۔ ایک

دیوان وصی مطبوعہ۔ موسوم بہ "چمنستان قدرت" اور ایک دیوان

غیر مطبوعہ یادگار چھوڑا ہے۔

خدا کی صنعت و قدرت کا گریقیں ہو جا تو راز کلمہ تو حید دل نشیں ہو جا

دیدہ دل میں عیاں صورت زیبای وہی جس طرف دیکھتا ہوں محو تماشا ہی وہی

ہو کے سرشارے عشق سے یخاںوں میں جام و ساغر ہی وہی ساقی و دنیا ہی وہی

وصی رحمت عالم کا لقب ہے جس کو میرا بادی مرا حامی مرا مولیٰ ہے وہی

نور محمدی ہے نور خدا کی صورت صورت میں مصطفیٰ کی ہے کبریٰ کی صورت  
ما ششم۔ سید محمد ہاشم ابن سید مبارک حسن بلگرامی مقیم آره

قطعہ تاریخ طبع از نتیجہ فکر جناب مولوی لطیف احمد صاحب موضع تھانی ڈاکٹر برہنہ

ضلع سارن

لطیف احمد جو زیر طبع فی الحال بہاری شاعروں کا تذکرہ ہے

زبان حال سے تاریخ اپنی یہ خود کہتا ہے اچھا تذکرہ ہے

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر جناب اکبر عظیم الدین احمد صاحب (پی۔ ج۔ ڈی)

عظیم تخلص سینیر پروفیسر ٹیپہ کالج ساکن محلہ خواجہ کلاں پٹنہ سٹی

تذکرہ نیست مرثوہ ایست شدند زندہ در خاک خفتگان بہار

ما نفم گفت بہر تاریخش گو۔ گل باغ بے خزان بہار

۱۳۵۰

قطعہ تاریخ از مولف حقیر سید عزیر الدین احمد صاحب موضع تھانی ڈاکٹر برہنہ

تذکرہ اندوڑوں جو طبع ہوا جس میں ہے ذکر شاعران وطن

کارنامے یہ دو صدی کے ہیں تین سو شاعروں کا ہر ارگن

صحیح اگلوں کے ہیں کلام اس میں ساغر تو میں ہے شراب کہن

راز تاریخ طبع بھی اس کی کہہ دیہ ہے کلید شعر و سخن

۱۳۵۰